نمبر ۱۲۶ | مورخہ ۲۴ اپریل سنہ ۱۹۳۲ء | یوم یکشنبہ | مطابق ۱۷ ذوالحجہ سنہ ۱۳۵۰ھ | جلد ۱۹

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں۔ خاندانِ نبوت میں بھی ہر طرح خیریت ہے۔

نہایت ہی رنج اور افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ کہ جناب حکیم محمد حسین صاحب قریشی موجد مفرح عنبری لاہور جو جماعتِ لاہور کے سرگرم کارکن اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہایت پرانے مخلص صحابی تھے قریباً دو ماہ بیمار رہنے کے بعد ۱۷-۱۸ اپریل کی درمیانی شب لاہور میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون نعش بذریعہ لاری قادیان لائی گئی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے نماز جنازہ پڑھائی نعش کو کندھا دیا۔ اور مرحوم مقبرہ بہشتی میں دفن کئے گئے احباب دعائے مغفرت کریں۔

۱۹ اپریل مولوی عبد الاحد صاحب بہمراہ گیانی واحد حسین صاحب علاقہ ملتان میں اور ۲۳ اپریل ماسٹر محمد عمر صاحب علاقہ جالندھر مولوی علی محمد صاحب اجمیری علاقہ جھنگ اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب بوتالوی علاقہ دہلی میں تبلیغی دورہ پر روانہ کئے گئے۔

دعوتِ طعام اور ذکرِ حبیب علیہ السلام

کچھ عرصہ سے قادیان میں مولوی مصباح الدین احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالاتِ زندگی حضور کے صحابہ کرام سے جلسۂ عام میں سُنانے کا انتظام کر رکھا ہے۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان تمام اصحاب کو جو مرکز میں رہتے ہیں۔ ایک جگہ دعوتِ طعام دینے کا انتظام کیا۔ اور ۲۰-۲۱ اپریل کی درمیانی شب مسجد اقصےٰ میں تمام حاضر الوقت صحابیوں کو جن کی تعداد دو سو تھی۔ دعوتِ طعام دی گئی۔ بعض اور اصحاب کو بھی شامل کر کے اندازاً پانچسو کے قریب اصحاب مدعو تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے شمولیت کی منظوری عطا فرمائی تھی۔ مگر یکایک طبیعت کی ناسازی کے باعث حضور تشریف نہ لا سکے۔ کھانے کے بعد مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب۔ مفتی فضل الرحمٰن صاحب حکیم۔ حکیم مولوی قطب الدین صاحب۔ میر مہدی حسین صاحب۔ میر محمد اسحاق صاحب۔ حافظ محمد ابراہیم صاحب۔ صوفی غلام محمد صاحب۔ میر قاسم علی صاحب۔ چوہدری فتح محمد صاحب۔ ڈاکٹر فضل دین صاحب اور مولانا شیر علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا ایک ایک چشم دید واقعہ خلاصۃً بیان کر کے حاضرین کے ایمان کو تازہ کیا۔ گیارہ بجے کے قریب دعا پر یہ مجلس برخاست ہوئی۔

مسجد احمدیہ لنڈن میں عید الاضحےٰ

۱۷ اپریل کو اسلام آباد لنڈن سے حسب ذیل تار "الفضل" کو ارسال کیا گیا:-

آج یہاں عید الاضحےٰ کی تقریب ادا کی گئی۔ نماز میں اتنی اور شام کے جلسہ میں دو سو کے قریب حاضری تھی۔ موسم سخت خراب تھا۔ تمام دن بارش اور سخت سردی رہی۔ ان مخالفات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ حاضری نہایت تسلی بخش تھی۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے مظلومین کشمیر کی قانونی امداد

ریاست جموں و کشمیر کے ہزار ہا مسلمان اس وقت مقدمات میں مبتلا ہیں۔ ان کی درخواستوں پر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے وکلاء کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ مگر پہلے بیرون ریاست وکلاء کے لئے بہت سی پابندیاں تھیں۔ اور ان کو ہر ایک مقدمہ کے لئے ۲۲ روپیہ فیس ادا کرنی پڑتی تھی ان پابندیوں کو دور کرانے کے لئے

جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء لاہور کو دو دفعہ جموں بھجوایا گیا۔ انہوں نے افسران بالا سے ملاقات کر کے اس امر کے لئے کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چیف جسٹس کی سفارش پر مہاراجہ صاحب بہادر نے وکلاء پر جو پابندیاں تھیں ان کو دور کر دیا۔ اور فیس کے لئے بھی یہ قانون بنا دیا۔ کہ چیف جسٹس کو اختیار ہے۔ اگر وہ چاہے تو فیس معاف کر سکتا ہے۔

مسلمانانِ علاقہ کشمیر کی درخواستوں پر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے جناب میاں محمد احمد صاحب مظہر بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ اور جناب چوہدری یوسف خاں صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی پلیڈر کو سرینگر بھجوایا گیا ہے۔ ان کے پہنچنے کی اطلاع آ گئی ہے۔ انہوں نے باقاعدہ وہاں پر کام شروع کر دیا ہے۔

جموں میں بھی کئی ایک مقدمات چل رہے ہیں۔ وہاں پر عرصہ چھ ماہ سے جناب میر محمد بخش صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی پلیڈر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے نہایت محنت اور تندہی سے کام کر رہے ہیں۔

علاقہ پونچھ میں چوہدری عزیز احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کو بھجوایا گیا ہے۔ اسی طرح علاقہ میرپور کے لئے جناب شیخ بشیر احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ اور ایک اور وکیل کو مقرر کیا گیا۔

دوسرے علاقوں میں بھی جہاں جہاں وکلاء کی ضرورت ہے۔ اور مسلمانوں کی درخواستیں آ رہی ہیں۔ وکلاء کا انتظام کر دیا جائے گا۔

خاکسار شمس کاشمیری اسسٹنٹ سکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی۔

ریاست کشمیر میں سیاسی قیدیوں پر تشدد

قابلِ توجہ کرنل کالون وزیر اعظم کشمیر

ہمارے پاس ایک عرصہ سے اس قسم کی متعدد شکایات پہنچ رہی ہیں۔ کہ ریاست جموں و کشمیر میں حکام جیل سیاسی قیدیوں کے ساتھ نہایت ظالمانہ اور انسانیت سوز سلوک کر رہے ہیں۔ اس کی کئی ایک مثالیں پہلے بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ نہایت معزز قیدیوں کیساتھ وہ سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ جو عام اخلاقی قیدیوں کے لئے بھی مہذب حکومتیں پسند نہ کریں گی۔ حالانکہ ان میں اکثر ایسے لوگ ہیں جو کہ اعلےٰ تعلیم یافتہ معزز اور نہایت اعلےٰ گھرانوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان سے اس طرح پر کام لیا جاتا ہے جس طرح کہ اخلاقی قیدیوں سے غذا کے متعلق بھی تمام قیدیوں کو شکایت ہے۔ کہ ان کو نہایت ذلیل اور مضر صحت غذا دی جاتی ہے۔ ان کی صحت اور ان کے احساسات کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور ان کے ساتھ متشددانہ اور ظالمانہ سلوک کیا جاتا ہے۔

سری نگر کی پبلک کی طرف سے صدر محترم آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے نام تار موصول ہوا ہے۔ کہ وہاں کا سپرنٹنڈنٹ جیل سیاسی قیدیوں کے ساتھ محض اس وجہ سے نازیبا اور سختی کا سلوک کر رہا ہے۔ کہ انہوں نے اس کے اور دوسرے افسرانِ بالا جیل کے تکلیف دہ رویہ کے خلاف بطور احتجاج بھوک ہڑتال کیوں کر رکھی ہے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ لطف یہ ہے۔ کہ افسرانِ بالا بھی اس کے خلاف کوئی نوٹس نہیں لیتے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سب کارروائی ان کے ایماء پر ہو رہی ہے۔ ٹھاکر کرتار سنگھ کی ہندو نوازی اور مسلم آزاری کو مدنظر رکھتے ہوئے اس امر پر یقین کرنا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ سب اس کے ایماء سے ہو رہا ہے۔ بعید از قیاس ہے۔

ہم مسٹر کالون وزیر اعظم کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کراتے ہوئے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ایسے افسران کو جلد سے جلد تبدیل کر دے۔ کیونکہ ان کا وجود ریاست کے لئے کسی طرح سے بھی مفید نہیں ہو سکتا۔ اگر یہی صورت کچھ عرصہ قائم رہی۔ تو ہمیں اندیشہ ہے۔ کہ بجائے امن قائم ہونے کے رعایا میں بے چینی بڑھ جائے گی۔

ہم تمام مسلمانان ہند سے پُرزور اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ ان مظالم کے خلاف آواز اٹھائیں۔ اور ایڈیٹرانِ جرائد اسلامیہ کو بھی چاہیئے۔ کہ وہ ان مظالم کے متعلق احتجاجی مقالات لکھیں۔

خاکسار شمس کاشمیری اسسٹنٹ سکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی

ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

ابتدا سازم بنامِ پاک آں بے ابتدا
آج کیوں اترا رہی ہے صحنِ گلشن کی ہوا

کیوں ترنم ریز ہیں سب طائرانِ خوشنوا
خندۂ گل کیوں اچنبھا سا نظر آتا ہے آج

کیوں تبسم روکشِ قہقہہ ہوا جاتا ہے یوں
نکہتِ گل اور غنچہ کی مہک جاں آفریں

یوں خمیدہ بارِ برگ و گل سے ہیں شاخ و شجر
صحنِ گلشن میں سکوتِ پیہم آب رواں

یوں لبِ جو ہے قیامِ سروِ بالا جس طرح
ورقِ گل را گر ہے بینی بچشمِ معرفت

بس حسنؔ اب دیکھ لی موزونیٔ طبعِ رواں
ہاں کبیر مائیسانہ ہو اربابِ مجلس بول اٹھیں

کچھ تو آخر چاہیئے ارکانِ محفل کا لحاظ
یہ طریقہ یہ سلیقہ۔ بزم کا یہ ربط و ضبط

اک نظر اصحابِ مجلس کی طرف بھی چاہیئے
صد گرہ دارد۔ گرہ بر مصرعہ ور تحسین

گر ترا باور نیاید بر تو مے خوانم عزیز

آنکہ در ذاتِ قدیمش راہ نیابد انتہا
کیوں فضائے بوستاں ہے۔ اس قدر فرحت فزا

کیوں عروسِ گل کا جوبن آج ہے بکھرا ہوا!
کیوں نئے انداز میں اٹھتی ہے بلبل کی صدا

خندۂ گل سے بھی ہے خاموشیٔ غنچہ سوا
اور یہ جاں آفرینی صنعتِ کلکِ قضا

بیشتر اور جس ادا سے ہو کوئی عابد جھکا
خشیت اللہ سے دلِ مومن ہو جوں پگھلا ہوا

منزلِ مقصود پر پہونچا ہوا ہو۔ پارسا
تجھ پہ کھل جائے حق و حکمت کا ہے دفتر کھلا

چھوڑ تشبیہات کو۔ اور بر سرِ مطلب بیا
آ گیا ہے بزم میں یہ بھی کوئی ہرزہ سرا

وہ بھی پھر اہلِ قلم۔ اور صاحبِ فہم و ذکا
شاذ و نادر ہی لے گا میر[۱] صاحب کے سوا

ہیں ہمہ تن گوش سب یار و عزیز و آشنا
نیست آساں گرہ برقولِ جناب میرزا

غور کن در بندشِ الفاظ و در حسنِ ادا

"چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا"

حسنؔ رہتاسی

[۱] میر قاسم علی صاحب۔ مدیر مشاعر

فیصلہ جات مشاورت ۱۹۳۲ء

جملہ جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ مجلس مشاورت ۱۹۳۲ء کے فیصلہ جات جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے دوران مشاورت میں فرمائے۔ طبع کرائے گئے ہیں۔ اور بغرض تعمیل تمام جماعت ہائے احمدیہ کو بھجوائے گئے ہیں۔ اگر کسی جماعت کو مطبوعہ فیصلہ جات کی کاپی نہ پہنچی ہو۔ تو وہ اعلان ھذا ملاحظہ فرماتے ہی مطلع فرمائیں۔ تا ان کو فیصلہ جات کی کاپی بھجوا دی جائے۔ یہ فیصلہ جات حضور کے ارشاد کے ماتحت جلد طبع کرا کر جماعتوں کو بھجوائے جاتے ہیں۔ تاکہ جماعتیں ان کے مطابق عمل شروع کر دیں۔ تمام عہدیداران جماعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۲۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۲ء | جلد ۱۹

گلینسی کمیشن اور ہندو پریس

ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں کے حقوق کی بے جا مخالفت

موجودہ نظام حکومت اور مسلمان

مسلمانان ریاست کشمیر نے حکومت کی طویل عرصہ کی ناانصافیوں اور ستم رانیوں سے تنگ آ کر جب عدل و انصاف کے حصول کے لئے آواز اٹھائی۔ جب ابتدائی انسانی حقوق کا مطالبہ کیا۔ اور جب موجودہ طریق حکومت کو اپنے لئے ناقابل برداشت قرار دے کر اس کی تبدیلی کا مطالبہ کیا۔ تو حکومت نے نہایت ہی ناعاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے جبر و تشدد کے ذریعہ ان کی آواز کو دبا دینا چاہا۔ اور ہر وہ طریق اختیار کیا۔ جو قابو یافتہ اور طاقت ور حکام نہتے اور بے کس افراد کے خلاف اختیار کیا کرتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے باوجود ذلت و ادبار میں مبتلا ہونے۔ باوجود حد درجہ کی بے سروسامانی میں زندگی بسر کرنے اور باوجود انتہائی شدائد و آلام سے دوچار ہونے کے ایسے استقلال اور ایسی جوانمردی کا ثبوت پیش کیا۔ کہ اپنے اور بیگانے سب حیران رہ گئے۔

نظام حکومت میں تبدیلی کا اعتراف ریاست کی طرف سے

آخر ریاستی حکومت کو یہ اعلان کرنا پڑا۔ کہ ریاست کے آئینی نظام کے متعلق غور کرنے اور اصلاحات جاری کرنے کے لئے تمام فرقوں کے نمائندوں کی کانفرنس منعقد کی جائے گی۔

اس اعلان سے جہاں یہ ظاہر ہو گیا۔ کہ مسلمانان ریاست کی چیخ و پکار بلاوجہ اور بے سبب نہیں۔ وہاں یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ موجودہ نظام حکومت کا جہاں تک مسلمانوں سے تعلق ہے۔ ریاست خود بھی اس میں اصلاح کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ اور مزید اصلاحات کا نفاذ ضروری سمجھتی ہے۔

مہاراجہ بہادر کا اعلان

اس کے لئے مہاراجہ صاحب بہادر نے ۱۲ نومبر ۱۹۳۱ء کو مسلمانوں کی تسلی اور اطمینان کی خاطر ایک اعلان کیا جس میں کہا۔ کہ ایک ایسی کانفرنس منعقد کی جائے گی۔ جس میں رعایا کے تمام فرقوں کے نمائندے شامل ہونگے۔ تاکہ اس کانفرنس میں دستور اساسی میں اصلاحات کی ترویج کے لئے بہترین و مناسب ترین ذرائع پر تبادلہ خیالات ہو سکے۔ اور اس تبادلہ خیالات کے نتائج کے موافق میرے غور اور میرے احکام کے لئے سفارشات مرتب کی جا سکیں۔

کانفرنس کے نمائندوں کے متعلق مسلمانوں سے بے انصافی

ظاہر ہے کہ یہ اعلان مسلمانان ریاست کی بے چینی اور اضطراب کو دور کرنے اور انہیں اس بات کا یقین دلانے کے لئے کیا گیا تھا۔ کہ ان کی تکالیف اور مشکلات کے ارتفاع کے لئے مناسب اور موزون طریق اختیار کیا جا رہا ہے۔ اور تمام فرقوں کے نمائندے جن اصلاحات کے متعلق مشورہ دیں گے۔ ان پر غور کر کے احکام نافذ کردیے جائیں گے۔ لیکن جب اس کانفرنس کے لئے نمائندوں کے تقرر کا وقت آیا۔ تو مسلمانوں کے ساتھ سخت بے انصافی کی گئی۔ اور وہ اس طرح کہ جہاں غیر مسلم فرقوں کے نمائندے ان کے مشورہ سے نہایت قابل سیاسی پیچیدگیوں کے ماہر اور ریاستی معاملات سے واقف مقرر کئے گئے۔ وہاں مسلمانوں سے نہ تو ان کے نمائندوں کے متعلق کوئی مشورہ لیا گیا۔ نہ ان کی آبادی کے تناسب سے انہیں مقرر کیا گیا۔ اور نہ ہی یہ ضروری سمجھا گیا۔ کہ جن لوگوں کو مسلمانوں کے نمائندے بنایا جا رہا ہے وہ دستور اساسی کی تدوین و ترتیب میں مشورہ دینے کی اہلیت بھی رکھتے ہیں۔ یا نہیں۔ اور چند مسلمانوں کو محض خانہ پُری کے لئے ایسی اہم کانفرنس کے ممبر بنا دیا گیا۔ جس کی ضرورت کا اعتراف مسلمانان ریاست نے اپنے میں سے قیمتی جانوں کی قربانی اور بہت کچھ جانی اور مالی نقصان اٹھا کر کرایا تھا۔

کمیشن کے خلاف مسلمانوں کی آواز

اس طریق عمل کے خلاف مسلمانان ریاست نے پُرزور آواز اٹھائی جسے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی معرفت مسلمانان ہند کے معزز ترین نمائندوں کا جو وفد معاملات کشمیر کے متعلق وائسرائے ہند کی خدمت میں پیش ہوا۔ اس نے بھی اس کمیشن میں مسلمانوں کی بالکل ناکافی اور بے حد کمزور نمائندگی کی طرف وائسرائے ہند کی توجہ دلائی۔ اور یہ درخواست کی۔ کہ وائسرائے ہند مہاراجہ بہادر کو مشورہ دیں کہ وہ کمیشن کو از سر نو مرتب کریں۔ اور مسلم رعایا کے مشورہ سے اس میں اس کے نمائندے لئے جائیں۔ مسلمانوں کی آبادی کی رعایت سے انہیں نمائندگی عطا کریں۔ اور مسلم راہنماؤں کو جو اس وقت جیلوں میں پڑے ہیں۔ موقعہ دیں۔ کہ باہر آکر کمیشن کے سامنے شہادات دلوائیں۔

کمیشن کی رپورٹ

لیکن قبل اس کے کہ اس کا کوئی نتیجہ رونما ہو۔ اخبارات میں شائع ہو گیا۔ کہ اس کمیشن نے اپنا کام ختم کر لیا ہے۔ اور اس کی سفارشات کے متعلق غیر مصدقہ اعلانات بھی شائع ہو گئے۔ حتیٰ کہ یہ بھی اعلان ہو گیا۔ کہ کمیشن کے صدر مسٹر گلینسی اپنا کام ختم کر کے اور اپنی رپورٹ مرتب کرنے کے بعد ریاست سے روانہ ہو گئے ہیں۔

ہندو پریس کے مخالفانہ مضامین

اب چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ جب تک اس کمیشن کی مصدقہ رپورٹ شائع نہ ہو جاتی۔ اس وقت تک اس کی سفارشات کے متعلق کسی قسم کی رائے زنی نہ کی جاتی۔ اور مسلمان باوجود کمیشن کے متعلق عدم اعتماد کا پوری طرح اظہار کر دینے کے ابھی تک اسی لئے اظہار رائے سے محترز ہیں لیکن ہندو پریس طول و طویل مخالفانہ مضامین شائع کر رہا ہے اور اس کی طرف سے یہ کوشش ہو رہی ہے۔ کہ کمیشن نے اگر مسلمانوں کی معمولی سی بھی اشک شوئی کی ہے۔ تو اسے بے اثر بنا دیا جائے۔ چنانچہ "ملاپ" (۱۷-اپریل) نے اسی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے جہاں یہ لکھا ہے۔ کہ "گلینسی کمیشن محض ایک دکھلاوا ہی تھا" وہاں مسلمانان ریاست کو یہ مشورہ دیا ہے۔ کہ

"کمیشن کی سفارشات سے ان کی حالت بگڑ سکتی ہے سنور نہیں سکتی۔ ایجی ٹیٹروں کی چالوں میں نہ پھنسیں۔ اور اب بھی متحد ہو کر کہہ دیں کہ ان کے لئے موجودہ نظام حکومت ہی بہتر ہے"

"ملاپ" کے مشورہ کی حقیقت

موجودہ نظام حکومت کے متعلق ان لوگوں کو جو ایک لمبے عرصہ سے اس کا تجربہ رکھتے ہیں۔ یہ بتانا کہ وہ ان کے لئے بہتر ہے۔ بالکل لغو بات ہے جس نظام کی حقیقت تجربہ سے اور لمبے تجربہ سے مسلمانوں پر واضح ہو چکی ہے۔ اس کے بہتر یا بدتر ہونے کا فیصلہ وہ بآسانی کر سکتے ہیں۔ اور جب انہوں نے کہہ دیا ہے۔ کہ وہ ان کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اور نہ صرف کہہ دیا ہے۔ بلکہ ہر قسم کی سختیوں اور ہر قسم کی مصائب کا نشانہ بن کر عملی طور پر اس کے بدتر ہونے کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ تو اب "ملاپ" ایسا خیر خواہ انہیں اس کے بہتر ہونے کا قائل نہیں کر سکتا رہی یہ بات کہ گلینسی کمیشن کی سفارشات سے ان کی حالت بگڑ سکتی ہے سنور نہیں سکتی۔ یہ سفارشات کے سرکاری طور پر شائع ہونے۔ اور نافذ ہونے کی شکل اختیار کرنے پر معلوم ہو جائے گا۔ اگر وہ سفارشات اور

ان کی منظور کردہ ہیئت ایسی ہی ہوئی جیسی ہندو پریس ظاہر کر رہا ہے یعنی وُہ مسلمانوں کی حالت کو اور زیادہ بگاڑنے کا موجب ہوئیں۔ تو اس کا نتیجہ مسلمانوں کی نسبت خود ریاست کے لئے زیادہ خطرناک ہوگا کیونکہ کوئی حکومت جو اپنی رعایا کی بہت بڑی اکثریت کی حالت کو سنوارنے کے لئے نہیں۔ بلکہ بگاڑنے کے لئے تجاویز نافذ کرتی ہے وُہ ریت پر اپنی بنیاد رکھتی ہے۔ اور ایسی بنیاد جس قدر مستحکم ہو سکتی ہے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ؛

ہندو پریس کی خیر خواہی کا تقاضا

پس اگر ہندو پریس کو خاص ذرائع سے رپورٹ کے شائع ہونے سے قبل ہی یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ اس کی سفارشات مسلمانوں کی حالت کو سنوارنے کی بجائے بگاڑنے کا موجب ہونگی۔ تو اس کی خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اس خطرہ سے ریاست کو آگاہ کرے اور اسے مشورہ دے کہ سفارشات کو ایسے رنگ میں منظور کیا جائے جس سے مسلمان مطمئن ہو سکیں۔ اور وُہ سمجھ سکیں۔ کہ ان کی حالت بگاڑنے کے لئے نہیں۔ بلکہ سنوارنے کے لئے اصلاحات نافذ کی جا رہی ہیں ؛

جُداگانہ نیابت اور ہندو

قطع نظر اس سے کہ گلینسی کمیشن نے جو سفارشات کی ہیں۔ ان کی صحیح صورت کیا ہے۔ اور قطع نظر اس سے۔ کہ مہاراجہ بہادر انہیں کس رنگ میں نافذ کرنے کی منظوری دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اپنی آبادی کے لحاظ سے نمائندگی کا حق حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ ہندو پریس صرف اس بنا پر شور برپا کر رہا ہے۔ کہ "مسٹر گلینسی نے ریاست کشمیر کی اسمبلی میں فرقہ وارانہ انتخاب اور جداگانہ نیابت رکھنے کی سفارش کی ہے"۔

کشمیر میں مسلمانوں کی جداگانہ نیابت کی مخالفت کی وجوہات وہی ہیں جو برطانوی ہند میں کارفرما ہیں۔ ہندوؤں کا مطلب یہ ہے کہ اول تو کشمیر میں "موجودہ نظام حکومت" ہی قائم رہے جس میں مسلمانوں کو نہایت بے دردی سے پیسا جا رہا ہے لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو۔ اور کوئی تغیر ہی کیا جائے۔ تو وُہ ایسا ہو جس کی وجہ سے ہندوؤں کے بے جا قبضہ و تصرف میں کوئی خلل نہ واقعہ ہو۔ اور وُہ اسمبلی کے قائم ہونے کی صورت میں اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ فرقہ وارانہ انتخاب نہ ہو۔ تاکہ ہندو اپنے اثر اور رسوخ اور اپنے صدیوں کے غلبہ کی وجہ سے انہی لوگوں کو مسلمانوں کے نمائندے منتخب کرائیں جو ہندوؤں کے ہاتھ میں کٹھ پتلیاں ہوں۔ لیکن ہندوؤں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ جب اسی قسم کے خطرات اور خدشات کی وجہ سے مسلمان برطانوی ہند میں مخلوط انتخاب تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تو ریاست میں جہاں حکومت ہی ہندوؤں کی ہے۔ وُہ کس طرح مخلوط انتخاب گوارا کر سکتے ہیں۔ پس جداگانہ انتخاب مسلمانوں کا سب سے پہلا مطالبہ ہے اور اس کا پورا ہونا ضروری ہے ؛

مسلمانوں سے مطالبہ

"ملاپ" نے ریاستی اسمبلی کے سلسلہ میں مسلمانوں کے ایک فرض کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :-

"پیشتر اس کے کہ کسی اسمبلی کے بنانے کا خیال پیدا ہو مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وُہ اقلیتوں کو مطمئن کریں۔ اور انہیں یقین دلا دیں کہ اب وچار ناگ اور کوٹلی راجوری۔ میر پور۔ وغیرہ جیسے واقعات پھر نہ ہوں گے۔ اگر وُہ ایسا یقین نہیں دلا سکتے۔ اور اپنی ذہنیت کی تبدیلی کا کوئی ثبوت نہیں دے سکتے۔ تو پھر وُہ اپنے ہی اصُول کے مطابق کشمیر میں اپنی اکثریت کی حکومت کا مطالبہ کرنے میں اپنے آپ کو کس طرح حق بجانب ثابت کر سکتے ہیں۔ اگر ریاستی مسلمان اقلیتوں کی حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکتے تو پھر فرقہ وارانہ نظام حکومت کا بھی مطالبہ نہ کریں"۔

ہندوؤں کی معقولیت

فرقہ وارانہ نیابت کے خلاف کیا ہی معقول دلیل ہے۔ اور اس کی معقولیت میں مزید اضافہ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ انہی لوگوں کی طرف سے پیش کی جا رہی ہے۔ جو برطانوی ہند میں جہاں عرصہ سے اسمبلی قائم ہے۔ جہاں ہر صوبہ کی کونسلیں موجود ہیں۔ اقلیتوں کو ان کے حقوق کے متعلق بارہا یہ جواب دے چکے ہیں۔ کہ حقوق کے تحفظ کا اس وقت تک سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔ جب تک ہندوستان کی اکثریت یعنی ہندو ملک کے سیاہ و سفید کے مالک نہ بن جائیں۔ اور سارے اختیارات انہیں حاصل نہ ہو جائیں۔ اور تو اور خود اسی "ملاپ" نے اور اس کے اسی خوشحالچند" نے جو اب مسلمانوں کو کشمیر میں اسمبلی کا خیال بھی دل میں لانے سے قبل یہ "فرض" بتا رہا ہے۔ کہ "وُہ اقلیتوں کو مطمئن کریں" چند ہی روز قبل لکھا تھا۔

"ہندو مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کا وعدہ کیسے کر سکتے ہیں۔ ہندوؤں کے پاس ہے ہی کیا۔ جو وُہ مسلمانوں کو دے سکیں۔ ان کے اپنے حقوق کہاں محفوظ ہیں۔ اور جب مسلمانوں نے اپنے حقوق کو محفوظ کرنے کا سوال اٹھایا۔ تو اس وقت انہیں بتا دیا گیا تھا۔ کہ پہلے سارے ہندوستانیوں کے حقوق حاصل تو کر لو۔ پھر ان کی تقسیم بھی کر لینا۔ جو چیز موجود ہی نہیں۔ اس کی تقسیم پر بضد ہو جانا کہاں کا انصاف ہے۔ اور کدھر کی دانشمندی ہے"۔ (۲۲ مارچ)

مسلمانوں کو کیوں مطمئن نہیں کیا جاتا

کیا یہ تعجب کی بات نہیں۔ کہ جو ہندو اکثریت میں ہو کر مسلمانوں کی اقلیت کے حقوق کے تحفظ کا وعدہ اس لئے نہیں کرتے۔ کہ انہیں اسمبلی نہیں۔ بلکہ کُل آزاد حکومت حاصل ہو لے۔ وُہی مسلمانانِ کشمیر کے متعلق یہ کہ رہے ہیں کہ اسمبلی کے قیام کا خیال کرنے سے بھی قبل ہندوؤں کو مطمئن کریں۔ اگر مسلمانانِ کشمیر کا اسمبلی قائم ہونے سے قبل ہندوؤں کو مطمئن کرنا فرض ہے۔ تو برطانوی ہند کے ہندوؤں کا سوراجیہ حاصل کرنے سے قبل مسلمانوں اور دُوسری اقلیتوں کو مطمئن کرنا اور ان کے حقوق کے تحفظ کا یقین دلانا کیوں فرض نہیں۔ پھر کشمیر میں تو حکومت ہی ہندوؤں کی ہے۔ اور مسلمانوں کے پاس ہے ہی کیا۔ جو وُہ ہندوؤں کو دے سکیں۔ ان کے اپنے حقوق کہاں محفوظ ہیں۔ ایسی صورت میں ہندوؤں کو مطمئن کرنے کا مطالبہ کہاں کا انصاف ہے اور کدھر کی دانشمندی ہے پہلے مسلمانوں کو اپنے حقوق تو حاصل کر لینے دو۔ پھر ہندوؤں کے مطمئن کرنے کا مطالبہ بھی کر لینا ؛

ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم

موجودہ حالت میں کشمیر کے متعلق اگر ہندو یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ مسلمان انہیں یقین دلائیں کہ وچار ناگ۔ کوٹلی۔ راجوری۔ میر پور وغیرہ جیسے واقعات پھر کبھی نہ ہونگے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ ان واقعات میں بھی مسلمان ہی مظلوم اور ستم رسیدہ ثابت ہیں۔ تو مسلمانوں کو یہ مطالبہ کرنے کا کیوں حق نہیں۔ کہ ہندو انہیں یقین دلائیں کہ بنارس۔ کانپور گبرا وغیرہ کے رُوح فرسا واقعات جن میں مسلمانوں کو موجودہ تحریک آزادی کے دوران میں ہی بے دریغ قتل و غارت کیا گیا۔ پھر کبھی نہ ہونگے۔ گبرا کے متعلق عدالت عالیہ الہ آباد کے ایک جج نے حال ہی میں جو فیصلہ دیا ہے اس میں ہندو مجرموں کے متعلق لکھا ہے :-

"یہ لوگ سینکڑوں کی تعداد میں گنتی کی چند مسلمان خواتین اور بچوں پر حملہ آور ہوئے۔ اور انہیں بلا رحم کئے ذبح کر ڈالا صرف اس وجہ سے کہ یہ ایک دوسری قوم کے فرد ہیں"۔

اگر برطانوی ہند میں اس قسم کے واقعات کے باوجود ہندو سوراج کا مطالبہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ سے اغماض کر رہے ہیں۔ تو انہیں کشمیر میں محض اسمبلی کے قیام پر اور وُہ بھی ہندو حکومت کے مسلمانوں سے کسی قسم کا مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہم یقین دلاتے ہیں۔ کہ اگر کشمیر کے ہندو مسلمانوں کے مطالبات کے رستہ میں خواہ مخواہ روک نہ بنیں۔ اور از راہ شرارت فرقہ وارانہ فسادات برپا نہ کریں۔ بلکہ آئینی جدوجہد میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوں۔ تو مسلمان نہ صرف بخوشی ان کے حقوق انہیں دینگے۔ بلکہ مناسب مراعات دینے سے بھی دریغ نہ کرینگے۔

امریکہ میں مُسلمانوں کے سیاسی حقوق پر لیکچر

مسلمانانِ ہند نے بہت کچھ ٹھوکریں کھانے اور نقصان اٹھانے کے بعد اگرچہ اب اپنی باعزت زندگی اور تحفظ حقوق کے لئے کچھ نہ کچھ جدوجہد شروع کی ہے۔ لیکن اقوامِ عالم کی رائے عامہ کو اپنی صحیح پوزیشن سے آگاہ کر کے ان کی ہمدردی حاصل کرنے کے معاملہ میں ابھی تک ان کی طرف سے سخت افسوسناک کوتاہی ہو رہی ہے۔ دیگر ممالک تو کجا۔ خود انگلستان جس کے ساتھ ہندوستان کی قسمت بہت حد تک وابستہ ہے۔ اور جس کا فیصلہ آخری اور قطعی فیصلہ ہوگا۔ وہاں کے رہنے والے بھی اس طرح سے کہ ہندوؤں نے اپنے حق میں زبردست پروپیگنڈا کر رکھا ہے۔ انہی کو حق پر سمجھتے اور انہی کے مطالبات کو ہندوستان کے قومی مطالبات تصور کرتے ہیں ؛

یہی حال امریکہ کا ہے۔ جو دُنیا کی سیاسی زندگی میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مبلغ صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی ایم اے امریکہ میں تبلیغ اسلام کے ساتھ مسلمانوں کی سیاسی خدمات بھی سرانجام دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ وُہ اپنے تازہ مکتوب میں اطلاع دیتے ہیں جب وُہ [illegible] میں گئے۔ تو مقامی کالج کی طرف سے انہیں تقریر کی دعوت دی گئی۔ اور کہا گیا

فرمودہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۲ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

مذہب کی بنیاد

حقیقتاً وحی الٰہی پر ہوتی ہے۔ اور

مذہب کی ضرورت

بھی تبھی سمجھی جاسکتی ہے۔ جب انسانی عقل بعض مقامات پر جاکر رک جاتی ہو۔ اور ہمیں مدد دینے سے قاصر رہ جاتی ہو۔ ورنہ اگر انسان اپنی

عقل اور تدبیر

سے ہی تمام کام چلا سکتا۔ تو یقیناً اس امر کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔ اور کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے

الہام کے ذریعہ

دنیا کو ہدایت دے۔ یا انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرکے دنیا کے امن کو بظاہر خطرہ میں ڈال دے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں جب بھی کوئی مامور آتا ہے تو دنیا میں

خطرناک فساد

پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ظاہر بین نگاہیں محسوس کرتی ہیں۔ کہ بجائے امن ترقی کرنے کے فتنہ و فساد کی راہیں کھل گئیں۔ بجائے قلوب میں محبت پیدا ہونے کے لڑائی اور جھگڑے کے نئے راستے پیدا ہو گئے اور بجائے ترقی کرنے کے لوگ تنزل کی طرف مائل ہو گئے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ اگر ہم انبیاء کی

روحانی برکات

کو نظر انداز کر دیں۔ اور وہ امیدیں جو ان کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔ انہیں بھلا دیں۔ تو یقیناً وہ فتنہ و فساد جو ان کی بعثت پر رونما ہوتا ہے اتنا بھیانک اور ایسا خطرناک نظر آتا ہے۔ کہ

انسانی عقل

اس پر دنگ اور حیران رہ جاتی ہے۔ اور یہ صرف کفار کا ہی نظریہ نہیں ہوتا مومن بھی یہی سمجھتے اور کہتے ہیں بلکہ مومنوں نے ہی کیا کہنا ہے

اللہ تعالیٰ کے ملائکہ

بھی یہی کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مبعوث کیا تو اس وقت فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہی کہا آپ کسے مبعوث کرنے لگے ہیں ہمیں تو نظر آتا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ دنیا میں

سفکِ دم

ہوگا۔ جھگڑا اور فساد پیدا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی اس بات سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ اسے تسلیم کیا لیکن ساتھ ہی کہا۔ کہ اس کا فائدہ نقصانات سے بہت زیادہ ہے بیشک اس کے ذریعہ دنیا میں فتنہ و فساد پیدا ہوگا۔ بے شک باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے جدا ہوگا۔ بیشک لوگوں میں تفرقہ اور شقاق پیدا ہو جائیگا۔ اور بیشک آپس کی محبت اور پیار میں انقطاع واقع ہو جائیگا۔ لیکن پھر بھی جو فوائد اس کی بعثت سے متعلق ہیں۔ وہ اس قدر زیادہ اور اتنے اہم ہیں۔ کہ

ساری دنیا کی تباہی

بھی ان کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتی پھر ملائکہ نے ہی کیا کہنا ہے خود وہ انبیاء بھی جنہیں اللہ تعالیٰ مبعوث کرتا ہے۔ اس بات کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ ان کے آنے پر دنیا میں فتنہ و فساد بھڑک اٹھتا ہے،

حضرت مسیح علیہ السلام کا مشہور قول

ہے۔ انہوں نے کہا۔ کیا تم گمان کرتے ہو۔ کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ نہیں۔ بلکہ جدائی کرانے کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آدمی آپس میں مخالفت رکھیں گے۔ دو سے تین اور تین سے دو۔ باپ بیٹے سے مخالفت رکھیگا۔ اور بیٹا باپ سے ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے ساس بہو سے اور بہو ساس سے میں اس لئے آیا ہوں۔ کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کر دوں۔ اور آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہوں گے۔ اور پھر انبیاء سے ہی کیا کہنا ہے خود دنیا کو پیدا کرنے اور ان

رسولوں کو مبعوث کرنے والا خدا

بھی یہی کہتا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ ہم جب بھی دنیا میں الہام نازل کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ فامرنا مترفیها ففسقوا فیها ہمارے احکام جب اس زمانہ کے مرفہ الحال لوگوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اور وہ ان کا انکار کرتے ہیں۔ تو لڑائی اور فساد ترقی کر جاتا ہے۔ پس

ہر ایک ہستی

اس بات پر متفق ہے خواہ وہ خالق ہو یا مخلوق نبی ہو یا فرشتے مومن ہو یا کافر۔ کہ انبیاء کی بعثت کے ساتھ دنیا میں عالمگیر لڑائی اور جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ کفر اور اسلام اس بات پر جمع ہو جاتا ہے اور مومن و کافر کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ انبیاء کے ساتھ دنیا میں فتنہ و فساد نہ صرف رونما ہوتا بلکہ حد سے زیادہ ترقی کر جاتا ہے مگر

سوال یہ ہے

کہ پھر کیوں اللہ تعالیٰ ان فتنہ و فساد کی راہوں کا کھلا رہنا برداشت کر لیتا ہے۔ کیوں نبیوں کو مبعوث کرکے ان

جھگڑوں میں اضافہ

کر دیتا ہے۔ اور کس لئے سلسلہ نبوت کو بند کرکے دنیا کو امن و چین سے زندگی بسر کرنے نہیں دیتا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ فتنہ و فساد خدا کے کلام کی وجہ سے پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ

نفوس کے گند کی وجہ سے

پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس فتنہ و فساد کا موجب اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہوتے تو کبھی اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو دنیا میں نہ بھیجتا۔ کیونکہ وہ فتنہ و فساد پسند نہیں کرتا۔ درحقیقت لوگ خود گند سے بھرے ہوتے ہیں نبی ان میں اور گند پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے اندر جو مخفی گند ہو۔ اسے ظاہر کر دیتے ہیں جس طرح

طبیب

ایک بیمار کو مسہل دیتا ہے۔ اور اس کے پیٹ سے گندے مادے نکلتے ہیں۔ تو کوئی نہیں کہتا کہ اس طبیب نے میرا پیٹ خراب کر دیا

یا جلاب دے کر معدہ کو گندہ کر دیا۔ بلکہ ہر شخص یہی کہتا ہے۔ کہ پیٹ میں پہلے سے گند موجود تھا طبیب نے

مسہل دیکر

اسے باہر نکال دیا۔ اور اس کے مخفی عیب کو ظاہر کر دیا۔ یہی حال

انبیاء کی تعلیم

کا بھی ہوتا ہے۔ جب وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر اس کی تعلیم پیش کرتے ہیں۔ تو وہ تعلیم مسہل اور جلاب کی طرح لوگوں کے گند کو باہر نکال دیتی ہے۔ یہ نہیں۔ کہ وہ گند ان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ ان کی وجہ سے ان کا مخفی گند ظاہر ہو جاتا ہے پس

انبیاء علیہم السلام کی مثال

اس طبیب کی سی ہوتی ہے۔ جو جلاب کے ذریعہ مادۂ فاسدہ کا اخراج کرتا ہے یا ان کی مثال اس جراح کی سی ہوتی ہے۔ جو نشتر کے ذریعہ پھوڑے سے پیپ خارج کر دیتا ہے۔ بظاہر ایک بند پھوڑے میں کوئی پیپ دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن ڈاکٹر کا نشتر کئی کئی چھٹانک بلکہ بعض دفعہ سیروں پیپ اس میں سے نکال دیتا ہے۔ اور کوئی نہیں کہتا۔ کہ ڈاکٹر نے پیپ پیدا کر دی۔ بلکہ ہر شخص یہی کہیگا۔ کہ پیپ پہلے سے موجود تھی۔ ڈاکٹر نے صرف چیر کر اسے نکال دیا۔ پس مریض

احسان مند

ہوتا ہے۔ نہ کہ معترض۔ اسی طرح اگر انبیاء کی بعثت سے دنیا میں فتنہ و فساد بڑھ جاتا ہے۔ اگر

انبیاء کی بعثت

سے لڑائی اور جھگڑا اور فساد ہو جاتا ہے۔ اور اگر انبیاء کی بعثت سے لوگوں کے گند اور خرابی میں ترقی ہو جاتی ہے۔ تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ وہ خرابی یا فتنہ و فساد انبیاء پیدا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ گند پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ وہ اس گند کو ظاہر کر دیتے ہیں۔

پس انبیاء کی بعثت پر تو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس سے اتنا ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ انبیاء کی بعثت

نہایت ہی اہم مقاصد

پر مشتمل ہوتی ہے کیونکہ اگر ان کی بعثت نہایت ہی عظیم الشان امور کی سر انجام دہی کے لئے نہ ہو۔ تو ان کے آنے پر جسقدر فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے مصلحت وقت کا تقاضا یہی ہوتا۔ کہ انہیں دنیا میں نہ بھیجا جائے۔ مگر باوجود فتنہ و فساد پیدا ہونے کے اللہ تعالےٰ کا انبیاء کو مبعوث کرنا ظاہر کرتا ہے۔ کہ جو بظاہر نقصان دکھائی دیتا ہے۔ اس سے نفع بہت زیادہ ہے پس باوجود اس کے کہ انبیاء کی بعثت سے ہر گھر میں فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر گاؤں میں فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر شہر میں فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر ملک میں فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ہر قوم میں فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر بھی اللہ تعالےٰ انہیں مبعوث کرتا جاتا ہے۔ کہ

انسانی عقل راہنمائی کیلئے کافی نہیں

اگر انسانی عقل ہی کافی ہوتی۔ تو ایسی صورت میں انبیاء دنیا میں کبھی مبعوث نہ ہوتے۔ پس ایک طرف جب ہم اس فتنہ پر نگاہ دوڑاتے ہیں۔ جو انبیاء کے آنے کیساتھ دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے اور دوسری طرف ہم

انبیاء کے تواتر اور تسلسل

کو دیکھتے ہیں۔ تو لازماً ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ وحی الٰہی اپنے ساتھ کوئی ایسی زائد چیز رکھتی ہے جسے ہم بغیر وحی کے حاصل نہیں کر سکتے انہی چیزوں میں سے میں اس وقت ایک موٹی چیز کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ

عقل کی بنیاد

جذبات پر نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی بنیاد دلیل پر ہوتی ہے۔ اور دلیل جذبات کو دباتی ہے بڑھاتی نہیں۔ جتنا جتنا کسی امر میں دلیل کا غلبہ ہوتا جائیگا۔ اتنا ہی اس امر میں

محبت کا پہلو

کم ہوتا جائیگا۔ اور جتنی جتنی عقل کی اتباع کی جائے۔ اتنے ہی جذبات کمزور ہوتے چلے جائینگے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں جتنا جتنا جذبات ترقی کریں گے۔ اتنا ہی

عقل کا پہلو

کمزور ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ جذبات ترقی کر کے بعض دفعہ ایسی صورت اختیار کر لیں گے۔ کہ وہ عقل کا دروازہ بالکل بند کر دیں گے۔ چنانچہ کئی مائیں محض

جذبات کے غلبہ کی وجہ سے

اپنے بچوں کے متعلق ایسی باتوں پر آمادہ ہو جاتی ہیں جو صریح طور پر ان کے لئے نقصان رساں ہوتی ہیں۔ لیکن جذبات کا غلبہ عقل کے اس پہلو کو کمزور کر دیتا ہے ہر جگہ وہ عقل سے کام لینگی۔ لیکن جہاں اپنے بچہ کے متعلق سوال پیدا ہوگا۔ رہ جائینگی۔ کیونکہ محبت کی بے جا زیادتی انسانی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ بڑی بڑی عقل اور

فہم و فراست والے

لوگوں کے متعلق بھی دیکھا جاتا ہے۔ کہ جہاں ان کے دوستوں اور عزیزوں کے متعلق کوئی سوال پیدا ہوتا ہے۔ وہاں ان سے کوتاہی ہو جاتی ہے۔ وہ ساری دنیا کو عقل سکھائینگے۔ ساری دنیا کو فہم و فراست کا سبق دیں گے۔ لیکن اپنے دوستوں اور عزیزوں کے متعلق اپنا ہی دہرایا ہوا سبق بھول جائیں گے۔ ان کے جذبات ان کی عقل پر غالب آ جائیں گے۔ اور وہ رعائتیں کریں گے۔ بے انصافی شروع کر دیں گے۔ اور اس امر کو بالکل فراموش کر دیں گے۔ کہ

ناانصافی اور بے جا رعائتیں

ہی دنیا کو تباہ کرتی ہیں۔ پس عقل اور جذبات ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ہاں ان دونوں کو جمع کرنے والی ایک زائد چیز ہے۔ اور وہ وحی الٰہی ہے۔ خالی عقل کبھی دنیا میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح خالی جذبات دنیا میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ دونوں

متضاد چیزیں

ہیں۔ اور یہ دونوں آپس میں کبھی نہیں مل سکتیں۔ جسطرح آگ اور پانی متضاد چیزیں ہیں۔ اسی طرح عقل اور جذبات متضاد چیزیں ہیں لیکن جس طرح دانا آدمی آگ اور پانی ملا کر ان سے نہایت مفید کام لینا شروع کر دیتے ہیں۔ انجن اور مشینیں انہی دونوں کے ملانے سے چلتی ہیں۔ اسی طرح ان دو متضاد چیزوں کو بھی ایک اور زبردست چیز جوڑتی ہے۔ اور وہ چیز جو

انسانی مشین

کے اندر عقل اور جذبات کو متحد کر دیتی ہے۔ وہ وحی الٰہی ہے۔ ورنہ عقل اپنی جگہ نہایت مفید دکھائی دیتی ہے۔ اور وہ پورے استقلال کے ساتھ اپنے اس دعویٰ پر اصرار کرتی چلی جاتی ہے کہ دنیا میں صرف

جذبات کے ساتھ کامیابی نہیں ہو سکتی

اور اگر ہم وحی الٰہی کو نظر انداز کر دیں۔ تو ہمیں ایسا ہی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح جذبات اپنی جگہ اس دعویٰ پر اصرار کرتے ہیں۔ کہ

خالی عقل دنیا میں کچھ نہیں کر سکتی

اگر ہمیں نظر انداز کر دیا جائے۔ تو عقل بھی ناکارہ ہو جائے اور اگر ہم اس امر پر غور کریں۔ تو ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ

دنیا کی تمام ترقی

جذبات پر منحصر ہے۔ جذبات کہتے ہیں۔ کہ عقل تو تجربہ کے بعد پیدا ہوتی ہے لیکن وہ بچہ جس نے آگے دنیا کو چلانا ہوتا ہے۔ اس سے

ماں باپ کی محبت

کس چیز پر مبنی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ ان کی محبت عقل پر مبنی نہیں ہوتی۔ بلکہ جذبات اس کا موجب ہوتے ہیں۔ اگر جذبات اس محبت کا موجب نہ ہوتے۔ تو کبھی ماں باپ اپنے بچوں کو کھانا نہ کھلاتے۔ انہیں کپڑے نہ پہناتے۔ ان کی

ضروریات کا خیال

نہ رکھتے۔ کیونکہ عقل کہتی۔ ممکن ہے۔ یہ آج تم سے کھا پی کر بڑے ہو کر نافرمان ہو جائیں۔ یا عقل کہتی اپنے بچوں پر خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو روپیہ ہو۔ اسے

اپنے نفس پر خرچ

کرو۔ مگر

جذبات پر عقل غالب

آجاتے ہیں۔ اور ماں باپ محض جذبات کی بناء پر کہتے ہیں ہمارا بچہ ہمیں جان سے بھی زیادہ عزیز ہے اگر عقل کے ساتھ بعض بچے پالے بھی جاتے تو بھی عقل زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتی تھی کہ بچوں کو اس لئے کھلایا پلایا جائے کہ وہ بڑھاپے میں ماں باپ کے کام آئیں گے۔ مگر ایسے بھی تو بچے ہوتے ہیں۔ جو ماں باپ کی آخری عمر میں پیدا ہوتے ہیں اور ماں باپ کو یقین ہوتا ہے کہ جب تک یہ جوان ہوں گے ہم

قبروں میں

چلے جائیں گے۔ مگر باوجود اس کے ماں باپ انہیں پالتے اور ان کی پرورش کرتے ہیں بلکہ جتنے جتنے ماں باپ بوڑھے ہوتے جاتے ہیں اتنی ہی ان کی محبت بچوں سے زیادہ ہوتی جاتی ہے عام طور پر دنیا میں دستور ہے کہ

جوانی کی اولاد

اتنی پیاری نہیں ہوتی جتنی بڑھاپے کی ہوتی ہے۔ حالانکہ جوانی کی اولاد کے متعلق تو یہ خیال بھی کیا جا سکتا ہے کہ یہ کسی وقت ہمارے کام آئے گی لیکن بڑھاپے کی اولاد کے متعلق تو ایسا خیال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ پس

اولاد کی تربیت

جذبات سے ہی وابستہ ہے عقل سے نہیں

اسی طرح

سیاسی ترقیات

بھی اس قومی یا مذہبی جذبہ کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔ جو کسی قوم کے افراد میں جان قربان کر دینے کے متعلق پایا جاتا ہے۔ اگر لوگوں کے اندر جان قربان کر دینے کے متعلق جذبات نہ پائے جاتے تو دنیا کبھی ترقی نہ کر سکتی۔ وہی قومیں دنیا میں بڑھتی ہیں۔ اور وہی قومیں دنیا میں بڑھ سکتی ہیں۔ جنہوں نے

اپنی جانوں کو خطرہ میں

ڈالا اور اس امر کے لئے تیار رہیں کہ جس وقت بھی ضرورت پیش آئیگی۔ ہر رنگ میں قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں گی۔ کونسی عقل کہتی ہے کہ جاؤ اور جاکر خود تو مر جاؤ اور پچھلوں کو فائدہ پہنچاؤ۔ ایسے موقعہ پر عقل تو ہر شخص سے یہی کہیگی۔ کہ اگر تو مر گیا تو تجھے اس سے کیا فائدہ۔ کہ دوسروں کو فتح حاصل ہو گی پس عقل

جنگ کے موقع پر

بھی یہی کہے گی۔ کہ مت لڑو۔ لیکن اس وقت جذبات غالب آجائیں گے۔ اور یہ جذبہ دل کو چین نہیں لینے دے گا۔ کہ یہ میرا ملک ہے اور میری قوم کو فتح حاصل ہونی چاہئیے اور یہ جذبہ کبھی اس امر پر غور کرنے نہیں دیگا۔ کہ اگر میں مر گیا تو اس سے مجھے کیا فائدہ ہوگا۔ ایسے موقعہ پر جذبات کے مقابلہ میں عقلی دلائل بالکل ہیچ نظر آئیں گے۔ پس یہ دعویٰ بھی جذبات کا صحیح ہے کہ

بغیر جذبات

کے کسی کام کو کر دیکھو اس میں کامیابی نہیں ہوگی۔ غرض ہم جب جذبات کے پہلو کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمیں ان کی بات ماننی پڑتی ہے۔ اور اگر ہم عقل کی بات سوچیں تو ہمیں اس کی بات کو درست تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اس

ورطۂ حیرت

سے اللہ تعالیٰ کا الہام ہی ہے جو باہر نکالتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ یہ بھی سچ کہتا ہے۔ اور وہ بھی صحیح کہتا ہے۔ مگر ان دونوں کی کچھ حدود ہیں۔ انہیں مدنظر رکھنا چاہئیے۔ الہام کے بغیر جب ہم جذبات کو غالب کریں گے۔ عقل رخصت ہو جائیگی اور جب عقل کو غالب کریں گے تو جذبات کا پہلو بالکل دب جائیگا۔ لیکن الہام کہے گا کہ یہ دونوں باتیں درست ہیں عقل بھی ضروری ہے اور جذبات بھی مفید ہیں لیکن ہر ایک کے لئے ایک موقع اور محل ہے۔ پس

الہام الٰہی کے ماتحت

یہ دونوں متضاد چیزیں یکجا ہو جائیں گی۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے جرمن والے فرانس کے ملک میں بس جائیں۔ اور فرانسیسی جرمنی میں بس جائیں لیکن انگریزوں کے ملک میں یہ دونوں اکٹھے ہو جائیں۔ کیونکہ انگریز تیسری طاقت ہیں اسی طرح الہام الٰہی بھی عقل اور جذبات سے بالکل علیحدہ ایک ثالث اور منصف کی حیثیت میں ہے اور وہ عقل اور جذبات کو اپنی اپنی جگہ پر قائم کر دیتا ہے۔ جس طرح دنیا میں بھی ہر جھگڑے میں ایک

ثالث کی ضرورت

ہوتی ہے اسی طرح ان عقلی اور جذباتی لڑائیوں میں بھی ایک ثالث کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ الہام الٰہی ہے۔ عقل اور جذبات کی جنگ میں سے مثلاً

مرد و عورت کا باہمی نزاع

بھی ہے۔ عورتیں کہتی ہیں ہم دنیا کے ہر شعبہ میں ترقی کر سکتی ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ قانون مردوں کے ہاتھ میں ہے وہ جو چاہتے ہیں۔ اپنے فائدہ کے لئے بنا لیتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اگر کسی امر میں عورتوں کا دخل ہو تو مرد کہہ دیتے ہیں انہوں نے اپنے فائدہ کو مدنظر رکھا۔ ایسی صورت میں وحی الٰہی ہی ہے جو مرد و عورت کے حقوق کے متعلق روشنی ڈالتی اور اس

جھگڑے کا درست تصفیہ

کر سکتی ہے اگر وحی الٰہی ایک ثالث کی حیثیت میں اگر ان جھگڑوں کا فیصلہ نہ کرے تو میاں بیوی آپس میں لڑتے ہی چلے جائیں گے اور باہم زندگی بسر کرنا محال ہو جائیگا خدا کا الہام بتاتا ہے۔ خدا نہ مرد ہے نہ عورت۔ اس لئے نہ وہ مرد کے ساتھ رعایت کرتا ہے اور نہ عورتوں کی حق تلفی۔ اس کا فیصلہ عین انصاف ہے۔ غرض وحی الٰہی ایسی چیز ہے جو تمام قسم کی

ترقیات کا صحیح راستہ

بتاتی ہے۔ نہ صرف اللہ تعالیٰ سے تعلق وحی الٰہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ بلکہ دنیاوی ترقیات بھی اسی کے ماتحت ہوتی ہیں وہ لوگ جو یہ کہا کرتے ہیں کہ ایسی بھی قومیں ہیں جو بغیر وحی الٰہی کی راہنمائی کے خود بخود اسباب سے کام لینے کی وجہ سے ترقی کر جاتی ہیں۔ جھوٹے ہیں۔

یورپ کی ترقی

محض اسلامی تعلیموں پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے نہ مرد و عورت کے تعلقات سود اور بین الاقوامی تعلقات میں آج وہ اسلام کی طرف لوٹ رہا ہے لیکن یورپ اس بات کا اقرار نہیں کرتا کہ اس نے یہ تمام باتیں اسلام سے سیکھیں بلکہ وہ اسے اپنے تجربات کا نتیجہ قرار دیتا ہے حالانکہ تجربہ تو انہیں آج ہوا لیکن اسلام آج سے صدیوں پہلے انہیں یہی کہتا تھا جس کا وہ انکار کرتے رہے۔ بے شک یہ صحیح ہے کہ بہت سی ٹھوکریں کھانے کے بعد اور ایک لمبے عرصہ تک مختلف مصیبتوں میں مبتلا رہنے اور تجربہ حاصل کر لینے کی وجہ سے

یورپ اسلامی مسائل کی طرف

آیا۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ کہ اس تجربہ کی طرف پہلے خیال کیوں نہ آیا۔ یہ تو صریح طور پر اسلامی تعلیمات کا اثر ہے لیکن وہ اسے چھپانے کے لئے کہتے ہیں کہ ہمارے تجربات نے ہم پر ایسا ظاہر کیا

کولمبس نے جب

نئی دنیا

کا سراغ نکالا۔ تو اس وقت اس نے یہی کہا کہ میں نے مسلمانوں سے سنا تھا۔ کہ اس طرف کوئی اور ملک بھی ہے۔ مجھے خیال پیدا ہوا کہ میں اس کی صحت کا پتہ لگاؤں دراصل ان تمام تغیرات کی اصل وجہ اسلامی تعلیم ہے۔ وہ اس کا نام تجربہ رکھتے ہیں لیکن ان میں تجربہ کا خیال بھی اسلام ہی نے پیدا کیا ورنہ اسلام سے پہلے انہوں نے کیوں تجربہ نہیں کر لیا۔ آخر دنیا کروڑہا کروڑ سال سے چلی آتی ہے۔ پہلے لوگوں نے کیوں نہ تجربہ کر لیا۔ کہ یہ یہ باتیں غیر مفید ہیں اور یہ مفید

کیا وجہ ہے کہ اسلام کے بعد ہی انہیں اس کا خیال آیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام کی تعلیم ان کے کانوں پر متواتر پڑتی رہی۔ اور جب انہیں اپنی تعلیم میں خامیاں دکھائی دیں تو انہوں نے

اسلامی تعلیم

سے فائدہ اٹھایا مگر منسوب اسے اپنے تجربہ کی طرف کر لیا۔ پس الہام الٰہی ایک نہایت ہی زبردست انقلاب پیدا کرنے والی چیز ہے میں اس وقت

الہام الٰہی کے فوائد

بیان کرنے کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ میرا مدعا یہ ہے۔ کہ ہم جب عقل پر زور دیتے ہیں۔ تو محض اس لئے کہ الہام عقل کی راہ بتاتا ہے۔ ورنہ جب ہم الہام الٰہی پر یقین رکھیں تو خواہ لاکھوں عقلیں اس کے خلاف کہیں ہمیں بہر صورت الہام الٰہی کو مقدم کرنا پڑے گا۔ بفرض محال ہمیں خدا تعالیٰ کا کلام اگر یہ کہے۔ کہ دنیا میں سورج نہیں تو خواہ ہماری عقل لاکھ کہے کہ سورج ہے۔ تب بھی ہمیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ یا تو واقعی سورج نہیں یا ہم سورج کا جو مفہوم سمجھتے رہے تھے وہ غلط ہے۔ کیونکہ

خدا کا قانون

تو یہ کہتا ہے کہ سورج ہے اور اس کا قول کہتا ہے کہ نہیں تو چونکہ خدا کے قول و فعل میں اختلاف نہیں ہو سکتا اس لئے سورج کا مفہوم ہم غلط سمجھے ہیں۔ اسی طرح ہم

علم طبیعات

کا احترام کرتے ہیں مگر اس لئے نہیں کہ اس میں غلطیاں نہیں بلکہ اس لئے کہ خدا کا کلام کہتا ہے کہ صحیح طبیعات خدا کے قول کے خلاف نہیں ہو سکتیں اور چونکہ خدا کا کلام یہ کہتا ہے اس لئے ہم اس علم کا احترام کرتے ہیں اسی طرح عقل کی بھی ہم قدر کرتے ہیں مگر وہ عقل جو الہام الٰہی کے خلاف ہو۔ وہ عقل نہیں بے وقوفی ہے۔ پس خوب یاد رکھو

الٰہی کلام سب سے مقدم چیز ہے

اور جو لوگ خدائی الہام کے خلاف چل کر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے لئے کوئی اور عمدہ تعلیم بنا سکیں گے۔ وہ خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ آج تک کے دنیا کے تجربہ نے بتا دیا ہے کہ جو لوگ الہام الٰہی کے خلاف چلتے ہیں۔ وہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ اور آخر انہیں ٹھوکریں کھا کھا کر اسلام کی طرف آنا پڑتا ہے کروڑوں کروڑ لوگوں نے تجربہ کیا اور انہیں دھکے کھا کھا کر اسلام کی طرف لوٹنا پڑا اور انہیں تسلیم کرنا پڑا کہ اسلامی تعلیم ہی افضل ہے۔ اب جو شخص کہتا ہے کہ میں بھی اپنی عقل سے کام لے کر دیکھوں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے الہام نے غلط کہا ہو۔ ایسی عقل پر سوائے رونے کے اور کیا کیا جا سکتا ہے پس دنیا کی

ترقی کا مدار اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا حصول

الہام الٰہی پر ہے۔ یہاں صرف عقل بالکل رہ جاتی ہے اور اس کا دائرۂ عمل نہایت محدود ہو جاتا ہے۔ جذبات کے لئے بھی ایک میدان ہے۔ اور عقل کے لئے بھی۔ اور ان دونوں میں جو چیز صلح کراتی ہے وہ ایسا مذہب ہے جو کلام الٰہی پیش کرے۔ اگر صرف عقل

خدا شناسی کے لئے

کافی ہوتی تو الہام الٰہی کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح اگر صرف جذبات خدا کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کافی ہوتے۔ تو اللہ تعالیٰ کے کلام کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر کلام الٰہی نے آکر بتا دیا۔ کہ یہ دونوں چیزیں بغیر ایک تیسری چیز کے ساتھ ملے نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ ؎

فلسفی کز عقل مے جوید ترا دیوانہ ہست
دور تر ہست از رہِ تو ہر کہ او فرزانہ ہست

وہ فلسفی جو تجھے صرف عقل کے ذریعہ پہچاننا چاہتا ہے دیوانہ ہے

اللہ تعالیٰ کی معرفت

انسان جب بھی پائے گا الہام الٰہی کی روشنی میں پائے گا پس یاد رکھو دنیا کی کوئی قوم اس وقت تک

حقیقی ترقی

نہیں کر سکتی۔ جب تک الہام الٰہی کے درجہ کو مقدم نہیں کر لیتی

احمدیت

اس امر کی صداقت کا زندہ نشان ہے اور چیلنج ہے مذہب کی طرف سے تمام فلسفیوں کو اور عقل کے پیروؤں کو۔ کہ تمہاری عقل نارسا اور اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے لئے ناکافی ہے لیکن باوجود اس کے کہ احمدیت اسی بنیاد پر قائم کی گئی ہے اگر

ہماری جماعت کے افراد

بھی عقل کو الہام الٰہی پر مقدم کرنے لگیں اور وہ بھی کوتاہ نگاہ فلسفیوں کی طرح ہر روحانی چیز کو اپنی عقل کے پیمانہ سے ناپنا چاہیں تو وہ اپنی غرض کو خود باطل کرنے والے ہونگے۔ احمدیت کی اسی لئے ضرورت ہے کہ دنیا کو

الہام کی ضرورت ہے

اور الہام جذبات اور عقل کے درمیان ثالث اور منصف کی حیثیت میں ان سے صحیح کام کراتا ہے۔

خالص جذبات

ہماری رہنمائی کے لئے کافی ہوتے تو ہمیں الہام الٰہی کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح اگر

صرف عقل

کافی ہوتی تب بھی ضرورت نہیں تھی بلکہ الہام کی اسی وقت ضرورت محسوس ہوتی ہے جب ہم تسلیم کر لیں کہ عقل کسی جگہ رہ جاتی ہے اور جذبات کسی جگہ کام دینے سے انکار کر دیتے ہیں پس یہ کہنا کہ

ہم دنیا کے فلسفیوں کی طرح

عقل کی اندھا دھند تقلید کریں گے خطرناک غلطی ہے۔ میں فرض محال کے طور پر کہتا ہوں اگر عقل یہ کہتی ہو کہ دنیا کا کوئی خدا نہیں ہونا چاہیئے تو وہ عقل نہیں دیوانگی اور مجنونانہ بڑ ہے اور اگر فرض بھی کر لو کہ ایسا کہنے والے عقلمند ہوں تب بھی انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر وہ کسی مذہب کے قائل ہیں تو انہیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ ان کی عقل ناقص اور ادھوری ہے۔ ورنہ وہ

مذہب کی ضرورت

کو خود باطل کر رہے ہونگے۔ پس وہ بے وقوف شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ اگر ایک طرف مذہب ہے۔ اور دوسری طرف عقل تو ہمیں عقل کو اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اگرچہ

اللہ تعالیٰ کا الہام

عقل کے خلاف نہیں ہوتا۔ مگر یہ بھی ضروری نہیں کہ انسانی عقل ہر قسم کی غلطی سے منزہ ہو ہمیں چاہیئے کہ ہم خدا کے کلام کو سوچیں اور اس پر غور کریں۔ اور پتہ لگائیں کہ کہیں ہم سے تو اس کے معنے سمجھنے میں غلطی نہیں ہوئی۔ اور اگر اپنے آپ اپنی غلطی سے آگاہی نہ ہو تو

زندہ انسانوں سے

دریافت کرے اور کہے کہ میں تو خدا کے کلام کا یہ مفہوم سمجھتا ہوں مگر مجھے یہ خدا کے فعل کے خلاف دکھائی دیتا ہے آپ بتائیں۔ پھر اگر وہ کوئی درست راہ بتائیں۔ تو اس کے پیچھے چلے۔ ورنہ پھر اپنے بزرگوں کی کتابیں دیکھے کہ انہوں نے کیا لکھا ہے۔ اور اگر اس تمام تحقیق کے بعد اسے معلوم ہو کہ خدا کے کلام کا وہی مفہوم ہے۔ جو اس نے سمجھا تو وہ اسی کو اختیار کرے۔ اور عقل کی ٹھوکر اس کی کوتاہی اور کمزوری پر محمول کرے اور اگر اسے تحقیق و تجسس کے بعد معلوم ہو کہ خدا کے کلام کا مفہوم سمجھنے میں اس سے کوتاہی ہوئی تو وہ نئے معانی کے ماتحت خدا کے قول اور فعل کو متحد کر دے اور اگر کسی صورت میں بھی اسے تسلی نہ ہو تو وہ بہر حال خدا کا کلام مقدم کرے اور عقل اور جذبات ان کے ماتحت کرنے ہی کرنے جس سے پہلی روحانی جماعتیں کامیاب ہوئیں۔ اور یہی گر ہے جس سے اب ہماری جماعت ترقی کر سکتی ہے۔ وہ لوگ جو اپنے دماغوں میں فلسفیانہ خیالات رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے کلام پر اعتراض کرتے اور اپنی عقل کو اس پر حاکم بنانا چاہتے ہیں۔ اگر وہ قرآن مجید کو اپنے لئے خضر راہ نہیں بناتے تو وہ قوم کے لئے طاعون کے کیڑوں سے کم

ریاست جموں و کشمیر کے حالات

چوہدری رام چند ڈی آئی جی کی برطرفی

جموں ۱۶ ؍ اپریل۔ مسٹر لاتھر انسپکٹر جنرل پولیس اپنے اعلیٰ تدبر کے باعث آخر کار فسادات کشمیر کی نوعیت کو اچھی طرح بھانپ گئے ہیں۔ اور کچھ عرصہ سے آپ فساد زدہ علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد ان ظالم افسران پولیس کے خلاف جنہوں نے اپنے بے انتہا تشدد کی وجہ سے مظلوم اور بے بس مسلمانان کشمیر پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا مؤثر کارروائی کر رہے ہیں۔ چوہدری رام چند ڈی۔ آئی جی جس نے جموں کے بعد علاقہ میرپور کے غریب مسلمانوں کو تختہ مشق ستم بنایا۔ اور جس کے خلاف بارہا مسلمانوں نے حکام کو توجہ دلانے کی کوشش کی۔ مسٹر لاتھر کی نظر سے بچ نہ سکا۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے۔ کہ اس مشہور مسلم آزار افسر کو صاحب ممدوح نے برطرف کر کے ریاست سے نکال دیا ہے۔ مسلمانان کشمیر مسٹر لاتھر کے بیحد شکر گزار ہیں جنہوں نے ایسے ظالم پولیس افسر سے جو مسلمانوں کے خون کا پیاسا ہے مسلمانوں کو نجات دلائی۔

ٹھاکر کرتار سنگھ گورنر کشمیر کو منسٹر مال نہ بنایا جائے

۱۵ ؍ اپریل بعد نماز جمعہ ہزارہا مسلمانان جموں نے ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں کے زیر اہتمام حسب ذیل قرارداد منظور کی:۔ کچھ عرصہ سے یہ افواہ شہر میں گشت کر رہی ہے۔ کہ ٹھاکر کرتار سنگھ گورنر کشمیر کو ریونیو منسٹر بنائے جائیں گے۔ ٹھاکر صاحب کا تقرر ریاست کے لئے بالعموم اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص بیحد خطرناک ہے متعصب ہونے کے علاوہ ٹھاکر صاحب کوئی علمی قابلیت نہیں رکھتے۔ اور انہیں ایسے جلیل القدر ذمہ دار عہدہ پر مقرر کرنا مسلمانان ریاست کو عموماً اور زراعتی طبقہ کو خصوصاً موت کے گھاٹ اتارنے کے مترادف ہے۔ مسلمانان جموں بذریعہ ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن ہزایکسی لنسی وائسرائے ہز ہائی نس مہاراجا بہادر، پرائم منسٹر اور ریذیڈنٹ کشمیر سے التجا کرتے ہیں۔ کہ ٹھاکر صاحب کو ہرگز ہرگز اس ذمہ وار عہدہ پر مقرر نہ کیا جائے بلکہ بیرون ریاست کے کسی قابل تجربہ کار مسلمان کو اس عہدہ پر مقرر کیا جائے۔ تاکہ وہ پوری ہمدردی اور انصاف سے مسلمانوں کے جائز حقوق کا تحفظ کر سکے (نامہ نگار)

ڈاکٹر عبد المجید صاحب کے پیٹے جانے کا مقدمہ

جموں ۱۷ ؍ اپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ تیجا سنگھ دفعدار پولو اصطبل جموں جس نے اپنے ایک رشتہ دار کے ہلاک کئے جانے پر ڈاکٹر عبد المجید صاحب کو چند دیگر اردلیوں کی معیت میں بری طرح زدوکوب کیا تھا۔ پرسوں بتاریخ ۱۵ ؍ اپریل کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ انصاف اسی امر کا مقتضی تھا کہ اس کے دیگر رفقاء سیاسی الشیری سنگھ جمیل سنگھ اور کرتار سنگھ بھی اسی سلوک کے مستحق ٹھہرتے۔ لیکن ان کے متعلق تاحال کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔

جموں میں عید الاضحیٰ کی تقریب پر گوشت کی بندش

جموں ۱۸ ؍ اپریل۔ یوں تو ہر ماہ میں چند ایسے دن آیا کرتے ہیں۔ جن میں مسلمانوں کو گوشت کھانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ان ایام کے نام سنکرانت۔ اکادشی۔ اور اماوس وغیرہ وغیرہ ہیں۔ لیکن چونکہ عید الاضحیٰ کے دن جموں میں اکادشی کی وجہ سے قصابوں کو بکرے ذبح کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اور مسلمانوں کو مجبوراً ایک دن پہلے گوشت خریدنا پڑتا ہے۔ گویا وہ اس مقدس اور متبرک تہوار پر بھی تازہ گوشت سے محروم رکھے جاتے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کو سخت تکالیف کا سامنا ہے۔ کیا حکومت کشمیر کا یہ حکم انصاف و آئین کے منافی اور مداخلت فی الدین کا مترادف نہیں ہے؟ (نامہ نگار)

صوبیدار کھیم چند سے بچاؤ

صوبیدار کھیم چند وہ شخص ہے۔ جس نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور احساسات کو ٹھیس لگا کر راعی اور رعایا کے تعلقات کو حد درجہ کشیدہ بنا دیا۔ لیکن ذمہ دار حکام نے اس کی حرکات پر اسے کوئی مؤثر سرزنش نہ کی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کو تختہ مشق مظالم بنانے میں اس کا حوصلہ اور بڑھ گیا۔ علاقہ تباہ کے لوگ اس کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر علاقہ چھوڑنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ بلکہ ایک جماعت تو میرپور پہنچ چکی ہے ان لوگوں کی زبانی اور دیگر موثق ذرائع سے صوبیدار کھیم چند اور ذیلدار عنایت اللہ خان کے ظلم و تشدد کے متعدد واقعات ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ اس علاقہ کے لوگ تنگ آ کر اس بات پر مصر ہیں۔ کہ یا تو صوبیدار کھیم چند اور ذیلدار عنایت اللہ علاقہ میں رہے اور ہم کو انگریزی علاقہ میں جانے کی اجازت دی جائے۔ یا ان کو قرار واقعی [illegible] مسلمانان علاقہ کو ان کے مظالم سے بچایا جائے۔ آج تک ان لوگوں کے حالات اس وجہ سے پوشیدہ رہے۔ کہ یہ لوگ مظلوم مسلمان کو حکام بالا سے ملنے کا موقعہ نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ جس روز مسٹر لاتھر اس علاقہ میں آئے۔ انہوں نے لوگوں کو ڈرا دھمکا کر جنگلوں میں بھگا دیا تھا۔ اب مظلومین کی تار پر مسٹر جارڈین نے توجہ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ امید ہے۔ کہ مسٹر جارڈین صاحب موقعہ کی نزاکت اور ان ہر دو اشخاص کی ستم گری کو مدنظر رکھتے ہوئے علاقہ ہذا کو مزید مظالم اور تباہی سے بچائیں گے۔ (نامہ نگار)

کشمیر میں سیاسی قیدیوں سے ناروا سلوک

چونکہ سنٹرل جیل سرینگر اور دیگر جیلخانوں میں سب ملازم ہندو ہیں۔ اس لئے سیاسی قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک روا نہیں رکھا جاتا۔ ان سے وہاں کٹوائے جاتے ہیں۔ پتھر تڑواتے ہیں۔ اور دیگر سخت مشقت کے کام کرواتے ہیں۔ زبانی سلوک بھی اچھا نہیں ہوتا۔ سخت بد زبانی اور گالی گلوچ سے پیش آتے ہیں۔ لباس بھی نہایت گندہ اور میلا دیا جاتا ہے۔ معززین تعلیم یافتہ قیدیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ مثلاً مسٹر محمد یحییٰ رفیقی اور مسٹر محمد یوسف بی۔ اے علیگ وغیرہ سب سے یہی سلوک کیا جا رہا ہے۔

سرینگر جیل کا ڈپٹی دارو غہ سخت متعصب ہے۔ وہ خود جذام کے مرض میں مبتلا ہے جس سے دوسروں پر اثر ہونے کا احتمال ہے۔

غداران قوم کی شرارتیں

حکومت کشمیر دیگر گوناگوں مظالم کیا تھا اس بات کے لئے بھی کوشاں ہے۔ کہ چند غداران قوم کو سامنے رکھ کر مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دے چنانچہ ۳۲-۴-۲۲ کی شام کو غنی میڈ کے گھر پر پانچ چھ ضمیر فروشوں نے میٹنگ کی تجویز کی۔ تاکہ شیر کشمیر شیخ محمد عبد اللہ کے خلاف پروپیگنڈا کیا جائے۔ یہ جلسہ گورنر کشمیر کے ایما سے قرار پایا تھا لیکن چونکہ سب ممبر جمع نہ ہوسکے۔ اس لئے اگلے روز کے لئے ملتوی کیا گیا۔ اور خواجہ سعد الدین شال کے مکان پر یہ سازشی جمع ہوئے جن میں خواجہ سعد الدین شال۔ منشی اسد اللہ وکیل غلام محمد ملک المعروف "ماما ملک" قابل ذکر ہیں۔ خواجہ محی الدین کاؤسوار اور منشی شہاب الدین بھی شامل تھے۔ ان لوگوں کی یہ کوشش ہے کہ شیر کشمیر شیخ محمد عبد اللہ [illegible] قومی محسن [illegible]

قابل توجہ صاحب پوسٹماسٹر جنرل پنجاب

اخبار الفضل اور بعض دیگر اخبارات راولپنڈی کے ڈاکخانہ سے بیرنگ ہو کر واپس آتے رہے جس سے نہ صرف ڈبل محصول کی ایک معتدبہ رقم کا نقصان ہوا بلکہ خریداروں کو پرچہ نہ ملنے سے خریداروں میں بے دلی پیدا ہوئی اور کئی سو کا نقصان ہو گیا۔ پندرہ دن تک یہ حالات رہے اور اس کے بعد بہت کوشش سے یہ وجہ معلوم ہوئی کہ راولپنڈی کے پوسٹ ماسٹر کے خیال میں اخبار جس طرح پیک کئے جاتے ہیں وہ ڈائرکٹر جنرل کے سرکلر کی کلاز ۲ کے خلاف ہیں۔

اس کلاز کا مضمون یہ ہے کہ اخبار یا تو بغیر ریپر کے بھیجا جائے یا ریپر کے ساتھ جو ملاحظہ کے لئے آسانی سے نکالا جاسکے۔ ظاہر ہے کہ جو اخبار بغیر ریپر کے ہوگا اور اس پر پتے کی چٹ لگائی جائیگی تو وہ پہلے ہی کھلا ہے اس کی نسبت آسانی سے نکالے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ ریپر والے اخبار کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس طرح بند ہو جو آسانی کے ساتھ اخبار کھولا جاسکے۔ یہ ہدایت کوئی نئی نہیں پوسٹل گائیڈ میں پہلے سے چلی آتی ہے اور ہم ۳۰۔ ۳۵ سال سے دیکھ رہے ہیں اور عملدرآمد بھی یہی ہے کہ تمام اخبار جو بغیر ریپر کے بھیجے جاتے ہیں پتے کی چٹ اخبار کے اوپر لگا دی جاتی ہے۔ اور کبھی اخبار بیرنگ نہیں کیا گیا۔ اب ۳۰۔ ۳۵ سال کے بعد یکدم اخبارات کو بیرنگ کرنا شروع کر دینا قرین انصاف نہیں وہ بھی صرف ایک ڈاکخانہ سے اگر راولپنڈی پوسٹ آفس کا یہ فعل مطابق قانون ہے تو کیا لاہور جہاں پی۔ ایم۔ جی کا دفتر ہے اور راولپنڈی سے سینیئر ملازم رہتے ہیں وہاں سے کیوں اخبارات کے ہزارہا پرچے اسی طرح پیک کئے ہوئے بھیجے جارہے ہیں اور وہ بیرنگ نہیں کئے جاتے۔ نہ صرف لاہور سے بلکہ دہلی۔ کلکتہ۔ لکھنؤ۔ کے اخبارات بھی اسی طرح فولڈ اور پیک کئے ہوئے آرہے ہیں اور وہ بیرنگ نہیں کئے جاتے۔

ہم صاحب پوسٹماسٹر جنرل سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کیس کو غور سے ملاحظہ کریں اور اس معاملہ میں پوری تحقیق کریں پھر اس کے بعد جو بھی طرز عمل ہو وہ تمام ڈاکخانوں میں یکساں اختیار کریں اور اس کے لئے پہلے اخبارات کو [illegible] فیصلہ دیتے ہوئے کیونکہ [illegible] تے ہوں۔ اور ان کے [illegible] ضروری ہے کیونکہ ریپر پر کاغذ اور وقت بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے) اگر ان کے منہ کے اوپر چٹ لگائی جائے تو اخبار رستے ہی میں کھل جائیگا اور اس کے اوراق بکھر جائیں گے۔ اور خود ڈاکخانے کے کام میں زیادتی ہوگی پس قدیمی دستور العمل کو جاری رہنے دیا جائے۔ اخبار کے ملاحظہ کے لئے وہ آفس ذمہ وار ہے جہاں سے اخبار روانہ ہو اور وہ اخبار کھول کر دیکھ سکتے ہیں امید ہے۔ اس کی طرف پوری توجہ دی جائے گی اور دیگر ہمعصر اخبارات بھی اس بارے میں ہماری تائید کریں گے۔ ورنہ ان کے تمام اخبارات بیرنگ ہو جائیں گے۔ مینجر

آڈٹ آفس لانڈ برانچ کراچی میں ہندو راج

پچھلے دنوں اخبارات میں ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ مندرجہ بالا دفتر میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی قلیل ہے۔ اسسٹنٹ آڈٹ آفیسر سپرنٹنڈنٹ۔ اکونٹنٹ سپرنٹنڈنٹ اور اکونٹس کی اسامیوں میں ایک بھی مسلمان نہیں صرف مسٹر جے اربرائن نے کچھ مسلمان کلرک ملازم رکھے تھے ان کی قابل رحم حالت پر کچھ بحث کی گئی تھی عام طور پر مسلمان کلرک معمولی کاموں پر متعین کئے گئے ہیں۔ اور باوجود ان کی درخواستوں کے ان کو آڈیٹر [illegible]

عام طور پر ہندو افسروں کی عادت ہے کہ جہاں کہیں ان کا زور ہو۔ وہ مسلمان کلرکوں کا ریکارڈ کسی نہ کسی بہانہ سے خراب کر دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جب کبھی تخفیف کا سوال درپیش ہوتا ہے۔ تو وہ اپنی خفیہ رپورٹیں پیش کر کے مسلمانوں کو ملازمت سے علیحدہ کرا دیتے ہیں۔ اور اپنے ہندو بھائیوں کی سخت سے سخت غلطیوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔

یہی حالت لانڈ برانچ آڈٹ آفس کراچی میں عمل آتی ہے۔ جہاں پانچ مسلمانوں کو اس بناء پر ملازمت سے علیحدگی کا نوٹس دیا گیا ہے۔ کہ ان کا ریکارڈ اچھا نہیں۔ اندازاً ایک مسلمان ہیڈ کلرک کو جس کو پہلے افسر مقرر ہے۔ اور براؤن نے منتقل کیا تھا۔ ہیڈ کلرک سے کلرک کر دیا ہے۔ اور ایک ہندو کو ہیڈ کلرک کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی تعداد میں سے پندرہ رہ گئی ہے۔

ہندو افسروں کے تعصب کا حال یہ ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کو ادنیٰ ملازمت پر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ سکھر کے مسلمان چوکیدار کو وہاں کے ہندو افسر نے زبانی کہہ دیا تھا۔ کہ تمہاری خدمات کی کراچی دفتر میں ضرورت نہیں۔ اور ایک ہندو چوکیدار کو اس کے مقابلے میں ترجیح دی گئی۔ جو ایک معمر آدمی ہے۔ مسلمان چوکیدار فوجی سپاہی ہے اور سرکار کے احکام کے بموجب فوجیوں کو ملازمت وغیرہ کے معاملات میں ترجیح دینی چاہیئے۔ اس مسلمان چوکیدار کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے اسے چپڑاسی رکھ لیا جاتا لیکن ایک بالکل عارضی ہندو چپڑاسی سکھر سے کراچی سرکاری خرچ پر لایا گیا ہے۔

اب یہ بھی خطرہ محسوس کیا جارہا ہے۔ کہ ایک مسلمان دفتری کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا جائیگا۔ اور ہندو دفتری کو بچایا جائے گا سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ گورنمنٹ آف انڈیا کس طرح مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کرنا چاہتی ہے۔ جب وہ اس بے رحمی سے نکالے جارہے ہیں۔ ہمارے خیال میں اگر مسلمان اسسٹنٹ آڈٹ آفیسر نہ مل سکیں۔ تو لیور میں اہم مقرر کئے جائیں۔ تاکہ وہ مسلمانوں کے معاملات کی تحقیقات کریں۔ ہندو افسروں سے مسلمانوں کے متعلق اچھی رپورٹ کی امید رکھنا۔ ایک ناممکن امر ہے۔ خصوصاً آجکل کے دنوں میں جب کہ ہندو مسلمانوں کی آپس میں کشیدگی اور عناد ہے اس لئے گورنمنٹ کو چاہیئے کہ مسلمان کلرکوں کو بحال رکھا جائے۔ اور مسلمان ہیڈ کلرک کو جو قابل اور فوجی آدمی ہے فوراً ہیڈ کلرک کر دیا جائے۔

سندھ میں پچاس فیصدی مسلمانوں کو رکھنے کا حکم ہے۔ اگر مرکزی حکمت عملی پر عمل کیا جائے۔ تو بھی تینتیس فیصدی مسلمانوں کو رکھنا چاہیئے۔ ایسے موقعہ پر جب یہ دفتر سندھ کے لئے ایک علیحدہ اکونٹ آفس بننے والا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ مسلمانوں کی تعداد کو کیوں گھٹایا جارہا ہے۔ اکونٹنٹ جنرل بمبئی کے دفتر میں جہاں تقریباً سب ہندو ہیں سٹاف یہاں آجائے گا مسلمانوں کی تعداد نسبتاً بہت ہی کم رہ جائے گی۔ گورنمنٹ کو چاہیئے۔ کہ اکونٹنٹ جنرل بمبئی اور آڈٹ آفیسر کراچی کے نام احکام صادر فرمائے۔ کہ وہ تمام مسلمانوں کو جن میں وہ بھی شامل ہیں۔ جن کو نوٹس دیا جا چکا ہے۔ ملازمت میں رکھے۔ تاکہ جو تعداد گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہے۔ وہ پوری ہو۔ (حاجی میر محمد بلوچ ممبر لیجسلیٹو کونسل بمبئی)

الفضل کی اشاعت بڑھائیں

ناظرین الفضل سے یہ امر پوشیدہ نہیں۔ کہ الفضل کا حلقہ عمل روز بروز وسیع ہوتا جارہا ہے۔ اور مسلمانوں کے سیاسی اور ملکی حقوق کی حفاظت بھی یہ پورے زور اور سرگرمی سے کر رہا ہے۔ مگر اس کی کوششوں کے مفید نتائج اسی صورت میں خاطر خواہ نکل سکتے ہیں۔ کہ ہر طبقہ اور ہر مقام کے مسلمانوں تک اس کی آواز پہنچائی جائے۔ اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ خریدار پیدا کئے جائیں۔ پس ہر ایک خریدار کو کم از کم ایک ایک نیا خریدار بنانا چاہیئے۔ (مینیجر)

میاں محمد بخش صاحب مرحوم کے حالاتِ زندگی

دردِ دل کا اظہار

میں دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ خدا تعالیٰ کے مقررہ قانون کے ماتحت اپنے اپنے وقت پر دُنیا سے رُخصت ہو رہے ہیں۔ اور یہ جماعت روز بروز کم ہو رہی ہے۔ مگر ہمارے دوستوں میں یہ احساس بہت کم ہے۔ کہ ان لوگوں کے حالاتِ زندگی خواہ وہ کتنے ہی مختصر ہوں شائع کر دیں۔ میں جب سے قادیان سے آیا ہوں۔ اس عرصہ میں کئی دوستوں کا مختلف جگہ انتقال ہوا۔ نہ تو وہاں کی جماعتوں نے اور نہ مرکز میں کسی نے خیال کیا۔ کہ ان جانے والوں کے تذکرہ سے آنے والی نسلوں کو واقف کریں میں ضرور لکھتا مگر کچھ تو دوسرے مشاغل اور کمی وقت نے اور کچھ اس امر نے کہ میں اپنی لائبریری اور یادداشتوں سے دُور ہوں موقعہ نہ دیا میں دردِ دل سے تمام دوستوں سے التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ سے

نامِ نیک رفتگاں ضائع مکن ‏ تابماند نامِ نیکت برقرار

کو مدنظر رکھا کریں۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی لمبے تذکرہ کی ضرورت ہے۔ مختصر حالاتِ زندگی کا کوئی خاص واقعہ بھی بیان کر دیا بعض اوقات مؤثر ہو جاتا ہے۔

میاں محمد بخش صاحب مرحوم

میاں محمد بخش صاحب بٹالہ کی تحصیل کے ایک گاؤں کے باشندے تھے۔ لیکن کاروباری سلسلہ میں اپنے بڑے بھائی میاں محمد اکبر صاحب ٹھیکیدار (رضی اللہ عنہ) کے پاس بٹالہ میں رہا کرتے تھے۔ میاں محمد اکبر صاحب سلسلہ کے سابقون الاوّلون میں سے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص خدمتگزاروں میں سے۔ انہیں حضرت اقدس سے بہت محبت اور اخلاص تھا۔ ان کے حالاتِ زندگی انشاء اللہ میں پھر کبھی لکھوں گا۔ وُہ اپنے خاندان میں پہلے احمدی تھے۔ اور ان کا گھر بٹالہ میں احمدیوں کا مہمان خانہ تھا۔ ذیل گھر کے متصل ان کی دکان تھی۔ جو ایک مسقف قطعہ اراضی کی صورت ہی میں تھی۔ مہمان آتے جاتے وہیں ٹھیرتے تھے۔ اور ان کو بھی ان کی خدمت میں خوشی ہوتی تھی۔ ہر وقت وُہ خندہ پیشانی سے رہتے تھے۔ کسی قدر اس کی شان ان کے بھائی میاں اللہ یار صاحب میں پائی جاتی ہے۔ میاں محمد بخش صاحب ایک دیندار مسلمان تو اس وقت حالات کے لحاظ سے تھے۔ جبکہ وُہ احمدیت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ علماء کی صحبت کا شوق تھا۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے گونہ عقیدت تھی۔ ان سے مخالفت کی باتیں سُن کر متاثر نہیں ہوتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق حسن ظنی رکھتے تھے۔

بیعت کی تقریب

جب کلارک نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف مقدمہ کیا۔ تو اس کی ایک پیشی بٹالہ میں ہوئی۔ ۔ ۔ طور پر مخالف ارائے مسلمان بھی اس مقدمہ میں سوائے مولویوں کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی براءت کے لئے آرزو میں کرتے تھے۔ اور اس کو اسلام اور عیسائیت کی جنگ یقین کرتے تھے۔ ان میں سے ہی میاں محمد بخش صاحب بھی تھے مقدمہ سننے کے شوق سے لوگ آئے ہوئے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بطور گواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف پیش ہو رہے تھے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر نے خود مقدمہ سُنا۔ اور کُھلے جنگلے ہی میں سُنا

اسی روز مولوی محمد حسین صاحب کی کُرسی کا واقعہ ہُوا تھا۔ کہ اس نے عدالت میں کُرسی مانگی۔ اور نہ ملی۔ پھر باہر آ کر وُہ ایک کُرسی پر بیٹھا۔ اور اٹھایا گیا۔ میاں محمد بخش صاحب ایک سادہ مسلمان تھے۔ مولوی محمد حسین کا بحیثیت مولوی ہونے کے احترام کرتے تھے۔ واقفیت بھی تھی۔ ان واقعاتِ کُرسی کے بعد وُہ آیا۔ تو میاں محمد بخش صاحب کی چادر پر بیٹھ گیا۔ جو بچھائی ہوئی تھی لیکن جونہی میاں محمد بخش صاحب کو معلوم ہوا۔ کہ یہ خلاف شہادت دینے آیا تھا۔ ان کو سخت جوش آیا۔ اور غیرتِ دین سے بے خود ہو گئے۔ اور نہایت کراہت اور جوش کے ساتھ چادر مولوی محمد حسین صاحب کے نیچے سے کھینچ لی اور سخت حقارت کا اظہار کیا۔ کہ تم اسلام کے خلاف گواہی دیتے ہو۔ جو سعادت کا بیج ان کے قلب میں تھا۔ وُہ اس غیرتِ دینی کے رنگ میں نمودار ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حسن ظن تو تھا ہی اب بیعت بھی کر لی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی سچی غیرت کے فعل کو جو اس کے مامور کے لئے دکھائی تھی۔ ضائع نہیں کیا۔ آخر وُہ اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اور نہایت اخلاص سے داخل ہوئے۔

قادیان کی ہجرت

میاں محمد اکبر صاحب مرحوم کی زندگی تک تو یہ لوگ وہاں ہی کاروبار کرتے تھے۔ لیکن جب ان کی وفات قادیان میں ہو گئی۔ اور اس خاندان پر ایک تفرقہ کا دَور آ گیا۔ تو آخر میاں محمد بخش صاحب ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔ اور یہاں ہی رہنے لگے۔ اور قادیان آ کر وُہ اپنی کاروباری زندگی میں مصروف ہو گئے۔ اس وقت قادیان کی یہ حالت نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک چھوٹی گاؤں تھا۔ کاروباری زندگی کے وسائل وسیع نہ تھے۔ مگر وُہ جو کام بھی میسر آیا کرتے رہے۔ اور کسبِ حلال سے روزی پیدا کرتے۔ نمازوں کے بڑے پابند اور باجماعت نماز ادا کرنے کے خوگر تھے۔ اذان کہنے کا بھی جوش تھا۔ اور آواز بھی اچھی تھی۔ مگر رفتہ رفتہ عمر کے ساتھ قوتوں میں زوال شروع ہوا۔ اور علے العموم بیمار رہنے لگے۔ مگر اس حالت میں بھی عموماً نماز مسجد میں پڑھنے کے عادی تھے۔ بعض اوقات بیماری کے خطرناک حملے ہوئے۔ میں نے اس حالت میں بھی ان کو جا کر دیکھا۔ نہایت صبر و شکر سے ایک حالتِ سکون میں پڑے رہتے۔ ان کی زندگی اوائل میں یعنی جوانی کے ایام میں اور میاں محمد اکبر صاحب کے عہدِ حیات میں فراغت اور خوشحالی سے گزری۔ مگر پھر ان پر ایک قسم کی عسرت کا عہد تھا۔ لیکن اس عسرت میں وُہ ایک صابر و شاکر انسان تھے۔

سلسلہ کی خدمت

جماعت کے کاموں میں پوری دلچسپی لیتے تھے۔ اور سلسلہ کی خدمت کے لئے جو کام بھی ان کے سپرد کیا جاتا۔ اس کو پوری محبت اور اخلاص سے کرتے اپنی استطاعت کے موافق چندوں میں شرکت کے لئے آمادہ رہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی۔ کہ اولاد خادمِ دین ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس مراد کو پورا کر دیا۔ مولوی محمد حسین صاحب مبلغ ان کے صاحبزادہ ہیں۔ انہوں نے ابتداً ان کو کاروباری زندگی میں لگانے کا ارادہ کیا۔ اور کچھ عرصہ کام بھی سیکھا۔ مگر ان کی اصل خواہش یہی تھی۔ کہ وُہ خادمِ دین ہو۔ اور مبلغ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی منشا کو پورا کر دیا کچھ شک نہیں۔ کہ وہ بالکل معمولی کپڑوں میں نظر آتے تھے اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ کہ دُنیا کی دولت سکوں کی صورت میں ان کے پاس نہ تھی۔ مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں۔ کہ ان پھٹے پرانے کپڑوں کے اندر ایک جسم تھا۔ اور اس جسم کے اندر ایک دل تھا۔ جو خدا تعالیٰ کے برگزیدہ کی محبت سے سرشار تھا۔ میں خود غریب آدمی ہوں لوگوں کی نظر سے ورنہ میں اتنا بڑا دولتمند ہوں۔ کہ دُنیا کے بڑے سے بڑے دولتمند میری نظر میں نہیں آتے۔ اس لئے کہ مجھے وُہ دولت دی گئی۔ جو ان کو نہیں ملی۔ والحمد للہ علٰی ذالک۔ اس لئے میں غریبوں سے محبت کرتا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ دنیا کی دولت سے حصہ نہ رکھنے والے بہت سے لوگ ہمارے سلسلہ میں ہیں جو خدا کے پیارے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیاروں میں داخل ہیں۔ میاں محمد بخش صاحب بھی انہیں مفلسوں میں ایک دولتمند تھے۔

بوچڑ خانہ کے جھگڑے کے ایام میں بعض اوقات رات کے وقت کسی کام پر بھیجنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور جماعت کے دوسرے لوگوں کو بلایا گیا۔ تو وُہ پیچھے نہیں ہٹے۔ آگے آئے۔ اور فوراً اپنی خدمات پیش کر دیں۔ اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر جہاں بھیجا گیا چلے گئے۔

گفتگو میں معقولیت

ان کی باتوں میں ایک مٹھاس اور معقولیت ہوتی تھی۔ وُہ تعلیم یافتہ نہ تھے۔ مگر ان کی اس سادگی پر لاکھوں شرح وقایہ کے حافظ اور منطق و معانی میں حصہ لینے والے مولویوں کو قربان کر دینا آسان ہے۔ اور وُہ فی الحقیقت اس قابل نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں علم و معرفت حاصل کرنے والے صحابی کے پاؤں کے جوتے کا تسمہ کھولنے کا بھی شرف حاصل کر سکیں۔ اس مسئلہ کو

علم آں بود کہ نورِ فراست رفیق اوست ‏ ایں علم تیرہ را بپشیزے نخرم

میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ کہ بعض ایام ان پر نہایت عسرت اور تنگی کے آئے۔ مگر انہوں نے سوال کو گوارا نہ کیا۔ کچھ نہ کچھ کام کر لینا چاہا۔ باوجود بیمار ہونے کے بھی وُہ رزقِ حلال کی تلاش میں رہتے۔ وُہ ایک خاموش زندگی بسر کرتے تھے۔ نظامِ جماعت کا احترام کرتے تھے۔ اور جماعتی رنگ میں بعض وقت تکالیف اٹھا کر بھی اس کی پابندی کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ میں بعض باتوں کو شاید کھول کر بیان کرتا۔ مگر اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہے۔ غرض میاں محمد بخش صاحب کی زندگی ایک مخلص سادہ مگر پُرذوق احمدی کی زندگی تھی۔ وہ اپنی منزل کو پہونچ گیا۔ اور ہم ابھی رستہ میں ہیں۔ ذاتی طور پر مجھے ایک صدمہ ہے۔ کہ میں ایسے مخلص دوست کے آخری وقت میں اس کے پاس نہ تھا۔ اور نہ مجھے موقعہ ملا۔ کہ اس کے جنازہ کو کندھا دیتا۔ اور اپنے ہاتھ سے سپردِ خاک کرتا۔ مگر میں خوش ہوں۔ کہ مجھے ان حقائق کے اظہار کی توفیق مل گئی جن کے لئے میرا دل و دماغ امین تھا۔ جانے والا مبارک ہے۔ کہ وُہ اپنے پیچھے نیک یادگار چھوڑ گیا۔ سلسلہ کا خادم

حاجی شیر خان صاحب کو ایڈریس

منجانب جماعت احمدیہ ملتان

جماعت احمدیہ ملتان نے اپنے سابق محاسب صاحب و سیکرٹری وصایا کو اپنی ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے پر حسب ذیل ایڈریس دیا :-

برادر محترم ! اس وقت احباب کرام کے اجتماع کا موجب وہ گہرا احساس ہے جو محبت و شکر کے پاکیزہ جذبات کی وجہ سے آپ کی آٹھ سالہ محنت شاقہ ایثار۔ فرض شناسی کو دیکھ کر ہمارے قلوب میں پیدا ہوا ہے۔ اور جسے الفاظ میں ظاہر کرنے کے لئے اس مجلس کے انعقاد کو ضروری خیال کیا گیا ہے۔ اگرچہ ہمارے لئے ان الفاظ کا مہیا کرنا مشکل ہے۔ جو آپ کے جذبہ مخلصانہ افعال کے اظہار کا موجب ہو سکے۔ مگر پھر بھی جناب کے کارناموں سے جو احساسات و جذبات قلب میں موجزن ہیں۔ ان کو دبایا نہیں جا سکتا۔

آپ عنقریب پنشن پر ملازمت سے سبکدوش ہونے والے ہیں جس کے باعث گو روحانی تعلق بدستور رہیگا۔ مگر اس جسمانی تعلق کا انقطاع ناگزیر ہو گیا ہے۔ جو آپ کو ہمارے ساتھ آٹھ سال تک بحیثیت محاسب انجمن و سیکرٹری وصایا رہا ہے محاسب کا عہدہ اپنی ذمہ داریوں اور پیچیدگیوں کے لحاظ سے ایسا نہیں۔ کہ اس کو ہر کس و ناکس پورے طور پر نباہ سکے۔ مگر آپ نے ان اہم فرائض کی ادائگی میں ایسا حقیقی اخلاص سچی قربانی اور ہمدردانہ ہمدردی کا متواتر اور مستقل اظہار کیا ہے۔ کہ آپ کی یاد ہمیشہ ہمارے قلوب میں رہیگی۔

تمازت آفتاب سے بے پرواہ ہو کر سخت گرمی میں آپ کا پا پیادہ احباب کے مکانوں پر جانا اور برادرانہ نرمی اور الفت سے دین کی خاطر مطالبات پیش کرنا اور استقلال اور صبر اور سعی پیہم سے ان کی تکمیل کرا کر احباب کو خدمت دین میں شریک کرنے کی کوشش کرنا بیت المال کے استحکام میں مصروف رہنا حقیقی قربانی اور اصل ایثار کی روح کو برادران جماعت میں پھونکنے میں شب و روز کوشاں رہنا۔ بیماروں کی عیادت اور تیمارداری کرنا دنیوی امور میں سب کا ہاتھ بٹانا۔ تبلیغ حق کے لئے سچا جوش رکھنا اور ہر حال میں اعلائے کلمتہ اللہ کا موقعہ نکالنا۔ آپ کا کام تھا۔ اور ہمارے لئے آپ کی مثال آئندہ زندگی کے لئے نہایت ہی [illegible]

آخر میں ہم سب آپ کی رہائش کے متعلق تہ دل سے دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ [illegible] کہ حسن [illegible] اپنے فضل

و کرم سے آپ کو دینی اور دنیوی انعامات سے سرفراز فرمائے۔

ہم ہیں آپ کے مخلص دوست۔ محمد حسین جنرل سیکرٹری۔ شیخ فضل الرحمان پریذیڈنٹ۔ منشی محمد بخش وائس پریذیڈنٹ۔ محمد علی انسپکٹر تبلیغ شجاع آباد۔ غلام حسین۔ ایم۔ اے۔ عنایت اللہ سیکرٹری امور عامہ۔ عمر خطاب سیکرٹری تبلیغ

اڑیسہ میں تبلیغ احمدیت

شروع دسمبر ۱۹۳۱ء میں جبکہ مولوی غلام احمد صاحب مجاہد کٹک تشریف لائے۔ تو ایک غیر احمدی ملا محمد صادق سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اور سوال و جواب بھی ہوئے۔ اس کے بعد غیر احمدی صاحب نے ہمارے پریذیڈنٹ صاحب کو خط لکھا کہ شروع شوال میں آپ کسی مبلغ کو بلائیں میں اپنے کل اعتراضات پیش کروں گا۔ اس پر مولوی غلام احمد صاحب مجاہد کو بلایا گیا۔ شرائط کے متعلق لمبی خط و کتابت ہوتی رہی۔ اور اتمام حجت کے لئے ہم نے کل شرائط منظور کر لیں۔ اور لکھدیا۔ کہ آؤ مناظرہ کرو۔

آخر جب اس نے دیکھا۔ کہ کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوا۔ تو بیماری کا بہانہ کر کے چھپنے لگا۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ میری طبیعت اچھی نہیں۔ میں اب مناظرہ نہیں کرتا۔ پھر کبھی کروں گا۔ وہ بھی مولوی غلام احمد کے ساتھ نہیں۔ بلکہ اور کسی احمدی مولوی صاحب کے ساتھ۔ کیونکہ ان کی آواز بلند ہے۔ اور لہجہ سخت۔ ہم نے جواب میں لکھا۔ تم نے علالت کا بہانہ کر کے مناظرہ سے فرار اختیار کیا ہے باوجودیکہ تمہیں ایک وکیل کے ذریعہ سوالات پیش کرنے تھے۔ اور باوجودیکہ تمہارے ساتھ تین مددگار اور پندرہ ۱۵ صاحب ہوتے۔

اس خط و کتابت اور مولوی محمد صادق کی روپوشی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چھ اشخاص سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اور محمد صادق جس نے بیماری کا بہانہ بنایا تھا۔ سچ مچ بیمار ہو گیا۔ اور بیہوشی پر بیہوشی اس پر طاری ہونے لگی۔

غیر احمدیوں نے اپنے دوسرے مولویوں کو ہمارے مبلغ صاحب سے مناظرہ کرانے کے لئے چاہا مگر کسی کو ہمت نہیں ہوئی۔

الغرض احمدیت کو فتح عظیم حاصل ہوئی مولوی غلام احمد صاحب نے ایک عیسائی بابو لال موہن پٹنائک سے اس کی دعوت پر دو مرتبہ ملاقات کی۔ اس کے حالات سنے۔ اسے بائیبل کی غلطیاں بتائیں اور تبلیغ کی۔ سابق منسٹر بلدو اڑیسہ۔ ایم۔ ایس۔ داس۔ سی۔ آئی۔ ای سے بھی ملاقات کی۔ اور اسے تبلیغ کی۔

ہمارے پریذیڈنٹ جناب مولوی محمد عبد الستار صاحب۔ ایم۔ اے۔ کے مکان میں ایک جلسہ کیا گیا۔ جس میں رؤسائے کٹک مدعو تھے۔ مولوی غلام احمد صاحب نے نہایت دلچسپ پیرایہ میں "حضرت مسیح موعود نے توحید کو دنیا میں کس طرح قائم کیا" پر تقریر کی۔ لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ تقریر تقریباً دو گھنٹے تک ہوئی

اس کے علاوہ علاقہ سونگڑہ کے مقام۔ جول پور محی الدین پور۔ گوپال پور مسرولہ۔ اور کو سبی میں جلسے ہوئے جن میں مولوی صاحب کی تقریریں ہوئیں۔ گوپال پور میں مولوی ضیاء الحق کی کوشش سے ایک جلسہ ان کے مکان پر ہوا جس میں معزز غیر احمدی صاحبان بھی مدعو تھے۔ مولوی صاحب نے "احمدی و غیر احمدی میں فرق" پر تقریر کی

دوسرے دن غیر احمدیوں کے ایک جلسہ میں جو اعتراضات کئے گئے تھے ان کے جواب دیئے گئے۔ اسی طرح کیرنگ۔ سارو دھا پور خورداہ اور جٹنی میں مولوی صاحب کی تقریریں ہوئیں۔ سارو دھا پور جہاں ایک بھی احمدی نہیں۔ مگر احمدیوں کے رشتہ دار ہیں مولوی صاحب موصوف نے تقریر کی۔

الغرض مولوی صاحب کا دورہ صوبہ اڑیسہ میں نہایت ہی کامیاب ہوا۔ سلسلہ کا ایک رعب لوگوں کے دلوں پر چھا گیا ہے۔ اور لوگ محسوس کرنے لگ گئے ہیں کہ احمدیت کے متعلق غور کرنا ان کا فرض ہے۔

یہ سب تبلیغی دورے ہمارے پریذیڈنٹ جناب مولوی عبد الستار صاحب کی کوششوں کا نتیجہ ہیں جنہوں نے اپنی ان تھک کوششوں سے مبلغ صاحب کو دارالامان سے اجازت لیکر منگوایا۔ اور پھر دورہ کا انتظام کیا۔ اب بھی بہت سے مقامات ایسے ہیں۔ جہاں کا دورہ نہیں ہوا۔ اور وہاں کے لوگ مشتاق ہیں۔ کہ احمدی مبلغ آئیں۔ مگر ہم مجبور ہیں۔ کہ یہاں کوئی مستقل مبلغ نہیں۔ ہمیں ایک مستقل مبلغ کی اشد ضرورت ہے۔ خاکسار شیخ طاہر الدین احمدی سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ کٹک۔

وفات مسیح علیہ السلام کے متعلق چند حوالے

(۱) از شمس العلماء مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب پانی پتی
تو نے صدمیں سہتے میں اکثر۔ سولی کے اور نگ کانٹوں کے اثر
مظلوم گئے تیرے سہارے۔ ایلیا ہی ایلی کہتے سدھارے
(دیکھو ترجمہ کلمۃ الحق پیغام ہادی)

(۲) از مولانا سید محمد محسن صاحب محسن کاکوروی
بہت پر زور تھا فاسد ہر چند دست قضا قدر کا دیتا آسمان لیکن عیسیٰ کو کہ تھا
لب ہمہ محو رشت آیات ہر گھڑی تھا کہ وشا دالیں بنا کر صورتیں آدم کی تا عیسیٰ کا
ترجمہ آیات ابراست نقشہ کشیدن کی ترجمت کا

(۳) خواجہ حسن نظامی صاحب سورہ انبیاء کی آیت ما جعلنٰھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خٰلدین کی تشریح میں لکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے تمام پہلے نبی اور رسول بشر ہی تھے۔ اور ہم نے ان کے جسموں کو ایسا نہیں بنایا تھا جیسے ملائکہ کے جسم ہوتے ہیں۔ کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔ پانی نہ پیتے ہوں۔ اور نیز وہ نبی و انبیاء سابقہ ہمیشہ رہنے والے بھی نہ تھے۔ چنانچہ وہ اپنی محدود زندگی میں اپنے اپنے فرائض منصبی کو انجام دیکر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت مسیح ناصری کی بستی

حیفا سے تیس میل کے فاصلہ پر دامن کوہ میں ناصرہ کی بستی آباد ہے۔ یہ وہی بستی ہے جس کی طرف حضرت مسیح ناصری علیہ السلام منسوب ہیں۔ اور تاریخی طور پر اس بستی کو یہ نسبت ایک گونہ عزت دے رہی ہے۔ گو مرور زمانہ نے اس کی ہستی میں بہت سے انقلابات پیدا کر دیئے۔ فاتحین گزشتہ نے اس کے نقشہ میں تبدیلی کر دی صلیبی جنگوں کے زمانہ نے خصوصیت سے اس کی حالت کو بدل دیا۔ تاہم دو ہزار برس گزرنے پر بھی اس میں بعض آثار قدیمہ موجود ہیں۔ ۹ مارچ ۱۹۳۲ء کو مجھے اس بستی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ مختصر طور پر اس بستی کی کیفیت احباب تک پہنچاؤں۔

آبادی

ناصرہ نہایت پر فضا مقام پر واقع ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ گزشتہ زمانوں میں اس کی آبادی بہت زیادہ تھی یعنی ۱۰۔۱۵ ہزار کے لگ بھگ مگر اب صرف ساڑھے تین ہزار نفوس اس میں بستے ہیں۔ اور یہ آبادی تقریباً مساوی طور پر مسلمانوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہے۔ عیسائیوں کے دو فرقے رومن کیتھولک اور آرتھوڈکس کا عنصر غالب ہے۔ پروٹسٹنٹ بھی پائے جاتے ہیں۔ جرمنی اور فرانس وغیرہ کی طرف سے بعض شاندار عمارتیں بطور یادگار موجود ہیں۔

حیرت انگیز امر

ناصرہ کے گرد و نواح میں یہود بکثرت آباد ہیں۔ اور بہت حد تک زمینوں کے مالک ہیں اور اس خوشنما علاقہ میں نئی آبادی اور نئے تمدن کو قائم کر رہے ہیں۔ مگر حیرت کا مقام ہے۔ کہ ناصرہ کی ساری آبادی میں ایک بھی یہودی آباد نہیں۔ اس کا سبب خواہ کچھ ہی ہو۔ مگر یہ واقعہ ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرت کا نمایاں نشان ہے۔ ایک وہ دن تھے۔ کہ حضرت مسیح ناصری اس بستی میں بھی یہودی اقتدار سے تنگ آ کر یہ کہنے پر مجبور تھے۔ کہ ابن آدم کو سر دھرنے کی جگہ نہیں۔ مگر اب یہ زمانہ ہے کہ وہاں پر یہود کا نشان تک موجود نہیں۔ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔ کہ وہ جس مقام کو اپنے کسی اولوالعزم مقرب انسان کی طرف نسبت دیتا ہے۔ اس میں اس کے اشد دشمنوں کو بسنے سے محروم کر دیتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قادیان کے متعلق فرمایا ہے۔

"جیسے روشنی میں سیاہ دل چور نہیں ٹھہر سکتا۔ ایسے ہی اس مقام (جلسے قادیان) میں تجلیات و انوار الٰہی کا مرکز ہو۔ کوئی سیہ دل خائن بہت مدت نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی لئے فرمایا قرآن مجید میں لا یجاورونک فیھا الا قلیلا" (بدر ۲۰ مارچ ۱۹۰۸ء)

آثار و نشانات مسیحیہ

بڑے بڑے آثار حسب ذیل ہیں:۔

(۱) کنیسۃ ماری یوسف۔ یہ گرجا اس مقام پر تعمیر کیا گیا ہے۔ جسے یوسف النجار کے بیٹے عبادت کرنے کا مقام بتایا جاتا ہے۔ اور ایک حد تک پرانے آثار اب بھی موجود ہیں اور ان کی حفاظت کا معقول انتظام ہے۔ گرجا نہایت عالیشان عمارت ہے۔

(۲) کنیسۃ البشارت۔ یہ گرجا اگرچہ زیادہ وسیع نہیں۔ مگر نہایت خوبصورت ہے۔ اس کے متعلق کیتھولک گروہ کی یہ روایت ہے۔ کہ اس مقام پر حضرت مریم علیہا السلام کو ولادت مسیح کی بشارت ملی تھی۔ اور اسی جگہ ان پر فرشتہ ظاہر ہوا تھا۔ اس گرجا کے نیچے بھی پرانے آثار موجود ہیں۔ حضرت مریم کی عبادت کی جگہ، خوشخبری حاصل کرنے کا مقام اور رہنے کی جگہ کے نشانات قائم رکھے گئے ہیں۔

(۳) معادۃ الراھبات۔ یہ عمارت اس مقام سے منسوب ہے۔ جہاں پرانے زمانہ میں مسیحی راہبات سکونت پذیر ہوا کرتی تھیں۔ نہایت تاریک اور زمین دوز آثار پائے جاتے ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا۔ کہ اس جگہ ایک قبر کا نشان ملا ہے۔ اور بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ یہ قبر یوسف النجار کی ہے۔ اس عمارت کے زیریں آثار میں حضرت مسیح کی عبادت کی جگہ، مریم کے رہنے کی جگہ بھی ہیں۔ گویا حضرت مریم عام اوقات میں اسی جگہ رہتی تھیں۔ اور اس جگہ یوسف النجار سے بھی بعض مقامات منسوب ہیں۔ ان جگہوں کو دیکھنے کے لئے دن کے وقت بھی لیمپ کی ضرورت ہوتی ہے ان آثار پر جو عظیم الشان عمارت بنائی گئی ہے۔ اس میں ناصرہ کی راہبات رہتی ہیں۔ یتیم اور لاوارث لڑکیاں بھی وہیں رکھی جاتی ہیں۔ اخراجات کے لئے معقول انتظامات موجود ہیں۔ اس وقت ۱۷ راہبات اور ۳۲ یتیم لڑکیاں اس میں موجود ہیں۔

(۴) بئر العذراء و کنیسۃ مریم۔ یہ گرجا شہر کے ایک جانب واقع ہے۔ آرتھوڈکس فرقہ کی روایت ہے۔ کہ اس گرجا کے اندر جو چشمہ ہے۔ حضرت مریم اسی جگہ سے پانی لینے آیا کرتی تھیں۔ اور یوسف النجار بھی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ اور ایک دن حضرت مریم اکیلی پانی لینے آئیں تو اسی جگہ ان پر فرشتہ ظاہر ہوا۔ اور اسی مقام پر ان کو حضرت مسیح کی ولادت کی خوشخبری دی گئی۔ ان لوگوں نے اس جگہ ایک گرجا تعمیر کیا ہے۔ اس کے اندر چشمہ کو محفوظ کر رکھا ہے۔ اور اب تک اس میں سے پانی لیا جاتا ہے۔ وہ پرانی سیڑھیاں بھی باقی ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ ان میں سے ہو کر حضرت مریم چشمہ پر آتی تھیں۔

(۵) جبل القفزہ۔ یہ وہ مقام ہے۔ جس کے متعلق روایت ہے۔ کہ یہودیوں نے ارادہ کیا۔ کہ مسیح کو اس جگہ سے نیچے دھکیل دیں۔ حضرت مسیح یہودیوں کی شرارت کو معلوم کر کے خود ہی ان میں سے چپکے سے دوسری طرف نکل گئے۔ اس مقام کی تعیین میں بھی مسیحیوں کے دونوں فریق میں اختلاف ہے۔

حضرت مسیح کی الوہیت اور مظلومیت

مندرجہ بالا گرجوں میں اور دیگر آثار میں بھی ہر جگہ حضرت مسیح کی مظلومیت کو نمایاں کیا گیا ہے اور وہ مجسمے بھی جن میں یہودیوں کے مظالم، حضرت مسیح کے واقعہ صلیب کے تمام مواقع کو بیان کیا گیا ہے۔ اس امر پر زبردست دلیل ہیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک عاجز بشر تھے۔ میں نے بغور دیکھا۔ کہ ان مقامات میں سے کوئی جگہ بھی ایسی نہیں جس سے الوہیت کا شبہ پیدا ہو سکتا ہو۔ بلکہ ہر مقام مسیح کی عاجزی اور بشریت کی بولتی تصویر ہے مجھے حیرت ہوئی۔ کہ مسیحی لوگ کس طرح ایک مظلوم انسان کو خدا مان رہے ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ مظلومیت کی صحیح تاویل نہ کر سکے۔ اس لئے اس کو الوہیت پر محمول کر دیا۔ بہرحال ناصرہ کی بستی اپنے اندر بہت سبق رکھتی ہے۔

خاکسار اللہ دتا جالندھری ادحیفا فلسطین

نارتھ ویسٹرن ریلوے کے مسلمان خانسامے

نارتھ ویسٹرن ریلوے کے مسلمان ملازمین کسی نہ کسی تکلیف میں ہمیشہ مبتلا رہتے ہیں۔ ہمیشہ سے نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ہر ایک ریفرشمنٹ روم میں ریفرشمنٹ کی سہولت کے لئے ایک ہندو اور ایک مسلمان خانساماں ہوتا تھا۔ اب جبکہ تخفیف کا مسئلہ شروع ہوا ہے صرف مسلمان خانساموں کو ملازمت سے علیحدہ کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ریفرشمنٹ کے مسافروں کو بہت تکلیف ہے۔ مجبوراً ان کو ہندو کے ہاتھ کا کھانا کھانا پڑتا ہے ریفرشمنٹ کے ملازم آفیسر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن ہندو خانساموں کا سلوک ان سے نہایت شرمناک اور غیرت سوز ہوتا ہے علاوہ ازیں مسلمان کے دل و زبان کو ہندوانہ کھانا کبھی نہیں بھاتا۔ مثال کے طور پر میں فیروزپور ڈویژن کے جالندھر ہیڈ کوارٹر کا ذکر کرتا ہوں جہاں بکر ادکم ۸۰ فیصدی ریفرشمنٹ کے ملازمین مسلمان ہیں۔ اس ہیڈ کوارٹر کے کیرپال۔ لدھیانہ۔ اور ہوشیارپور سٹیشنوں کے مسلمان خانسامے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ اور باقی سٹیشنوں کے مسلمان خانساماں کو نکالنے کی تجویز کی جا رہی ہے۔ ڈویژنل آفیسر کے پاس ریفرشمنٹ کونسل یہ معاملہ باقاعدہ پیش ہو چکا ہے لیکن کوئی داد و فریاد نہیں سنی گئی کبھی ایسا بھی کر دیتے ہیں۔ کہ ایک جگہ کا مسلمان خانساماں دوسری جگہ بھیج دیتے ہیں اور بات ایک ہی رہتی ہے جیسا کہ ہوشیارپور کا مسلمان خانساماں

خریداران الفضل جن کا چندہ ختم ہے

مفصلہ ذیل خریداران الفضل کا چندہ ۱۶ اپریل تا ۱۵ مئی کسی ایک تاریخ کو ختم ہوتا ہے مہربانی فرما کر یہ اصحاب آئندہ کے لئے چندہ الفضل بذریعہ منی آرڈر یا دستی بھجوا دیں۔ ورنہ مئی کے پہلے ہفتے کا الفضل انکے نام وی پی ہوگا اور اس صورت میں ۵ زیادہ دینے پڑیں گے۔

نمبر خریداری	نام
۳۸	میاں میراں بخش صاحب
۷۵	منشی حسن خانصاحب
۳۰۳	مولوی کرم داد صاحب
۲۲۵	ڈاکٹر محمد اشفاق صاحب
۳۴۵	منشی خادم حسین صاحب
۴۷۴	قاضی محمد اکرم صاحب
۴۸۲	مولوی عبدالعزیز صاحب
۵۵۷	شیخ منظور علی صاحب
۶۷۸	سید غلام صفدر صاحب
۷۹۰	بابو محمد سعید صاحب
۸۳۸	چوہدری محمد اللہ داد خانصاحب
۹۱۹	بابو رسول بخش صاحب
۹۷۹	میاں خوشی محمد صاحب
۱۰۵۳	منشی محمد نذیر خان صاحب
۱۱۳۱	ہدایت اللہ صاحب
۱۴۴۵	مستری اشرف الدین صاحب
۱۵۱۵	ایچ یوسف شاہ صاحب
۱۸۱۷	بابو اللہ بخش صاحب
۱۸۹۸	ملک سراج الدین صاحب
۱۹۳۱	شیخ محمد حسین صاحب
۲۲۳۱	میر سکندر علی صاحب
۲۵۲۴	اہلیہ صاحبہ حکیم خلیل احمد صاحب
۲۸۹۲	سردار سلطان سرخرو خان صاحب
۲۸۷۷	بابو محمد حیات صاحب
۲۹۴۳	نیک عالم خان صاحب
۳۵۱۶	محمد شریف صاحب
۳۶۲۴	چوہدری محمد شریف صاحب
۳۷۳۵	اللہ جوایا ظہور احمد صاحب

نمبر خریداری	نام
۳۸۹۰	ڈاکٹر سراج الدین احمد صاحب
۳۸۹۷	مستری عطاء الرحمن صاحب
۳۹۲۵	جناب محمد حسین صاحب
۳۹۴۸	ایم پی فخرالدین صاحب
۴۱۲۶	محمد علیٰ صاحب
۴۱۹۱	قمرالدین صاحب
۴۳۹۸	ایم کے عابد شریف
۴۶۸۵	ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب
۴۷۹۱	جمعدار محمد یعقوب خانصاحب
۴۸۹۴	چوہدری محمد امین صاحب
۵۰۴۶	ڈاکٹر سید رشید احمد صاحب
۵۰۴۹	بابو شریف احمد صاحب
۵۰۸۴	جناب دوست محمد صاحب
۵۲۳۰	چوہدری سردار خانصاحب
۵۴۴۷	چوہدری عزیز اللہ صاحب
۵۵۰۰	ملک خدایار صاحب
۵۵۰۵	فضل الدین صاحب
۵۵۱۲	مولوی کرم الٰہی صاحب
۵۶۲۵	بابو محمد عمر صاحب
۵۷۴۲	محمد شریف صاحب
۵۸۳۴	ڈاکٹر اعظم علی خانصاحب
۵۸۵۹	شیخ غلام علی صاحب
۵۹۵۴	ڈاکٹر عبدالحق صاحب
۵۹۷۵	ماسٹر محمد مولا داد صاحب
۶۲۱۱	عبدالقیوم صاحب
۶۲۱۴	عبدالغفور صاحب
۶۲۵۶	بیگم صاحبہ نواب محمد علی خان صاحب
۶۲۶۱	جناب علی اکبر صاحب
۶۴۲۶	چوہدری غلام محمد صاحب

نمبر خریداری	نام
۶۴۷۳	اے بی ناصر صاحب
۶۵۱۱	غلام مصطفیٰ خانصاحب
۶۷۰۰	شمس الدین صاحب
۶۷۱۶	میاں محمد ابراہیم صاحب
۶۷۲۶	حبیب الرحمن صاحب
۶۸۱۶	عزیز احمد صاحب
۶۸۸۰	محمد الیاس صاحب
۶۹۱۶	امیر محمد خانصاحب
۶۹۴۹	محمد عبداللہ خانصاحب
۶۹۶۲	منشی عبدالحق صاحب
۷۱۲۱	ڈاکٹر محمد حسن خانصاحب
۷۲۲۷	بابو فتح محمد صاحب
۷۲۴۰	چوہدری سردار احمد صاحب
۷۲۵۶	جناب محمد اکبر صاحب
۷۲۸۵	سلطان احمد صاحب
۷۳۴۹	صلاح الدین صاحب
۷۵۱۹	مرزا عبدالقیوم صاحب
۷۵۵۸	ملک حسن محمد صاحب
۷۵۶۲	ماسٹر محمد شفیع صاحب
۷۵۹۴	قاضی لعل دین صاحب
۷۶۰۰	جمعدار محمد عالم صاحب
۷۶۰۵	عبداللطیف صاحب
۷۶۳۹	اسرار محمد و ابرار محمد صاحبان
۷۶۵۰	سید مہدی حسن شاہ صاحب
۷۶۵۴	جمعدار نعمت احمد صاحب
۷۷۵۷	بابو محمد شفیع صاحب
۷۷۸۸	حکیم فضل الدین صاحب
۷۷۹۰	محمد صادق صاحب
۷۸۱۰	ماسٹر غلام محمد صاحب
۷۸۲۷	سید غلام محمد صاحب
۷۸۴۰	پیر عبدالحی صاحب
۷۸۶۱	ڈاکٹر شہاب الدین صاحب
۷۸۷۹	ایم کریم خان صاحب
۷۸۹۰	مرزا محمد بیگ صاحب
۷۹۰۰	ڈاکٹر محمد الدین صاحب
۷۹۱۱	مستری محبوب عالم صاحب
۷۹۴۵	ایم آئی اے برادرس
۸۰۴۲	محمد کئی صاحب
۸۰۵۵	رحمت خان صاحب

نمبر خریداری	نام
۸۱۵۰	منشی غلام محمد صاحب
۸۱۶۰	حکیم دین محمد صاحب
۸۲۲۲	دانشمند صاحب
۸۲۲۸	محمد حبیب اللہ صاحب
۸۲۵۵	مولوی قدرت اللہ صاحب
۸۳۳۸	عبداللہ خان صاحب
۸۳۵۵	سید نادر شاہ صاحب
۸۳۷۰	عبدالرزاق صاحب
۸۳۹۲	سید علی محمد صاحب
۸۴۲۱	چوہدری مہرالدین صاحب
۸۴۲۵	مینیجر احمدیہ آؤٹ لائبریری
۸۴۲۷	خواجہ حفیظ اللہ صاحب
۸۴۲۹	عبدالعزیز صاحب
۸۴۴۲	مینیجر احمدیہ فرنیچر
۸۴۴۶	خلیفہ تقی الدین صاحب
[illegible]	[illegible]
۸۴۵۰	محمد عبدالسبحان صاحب
۸۴۵۷	قاضی شاد بخت صاحب
۸۴۵۹	سید وزارت حسین صاحب
۸۴۶۴	جمعدار عبدالرحمن صاحب
۸۴۹۵	مرزا محمد شفیع صاحب
۸۵۰۷	حافظ محمد اشرف صاحب
۸۵۰۸	شیخ عبدالحمید صاحب
۸۶۰۲	عبدالعزیز صاحب
۸۶۱۵	شیخ محمد حسین صاحب
۸۶۱۷	مسٹر رفیع الزمان صاحب
۸۶۲۹	کے عبداللہ صاحب
۸۶۴۴	منور احمد صاحب
۸۷۱۱	منشی غلام حسین صاحب
۸۷۱۳	ڈاکٹر محمد عبداللہ خانصاحب
۸۷۱۵	لائبریری اسلامیہ کالج
۸۷۱۶	ملک محمد شفیع صاحب
۸۷۱۹	چوہدری غلام حیدر صاحب
۸۷۲۹	رحمت خان صاحب
۸۷۳۰	صلاح الدین احمد صاحب
۸۷۳۱	سردار احمد خان صاحب
۸۷۳۳	عبدالغفور صاحب
۸۷۴۰	امام الدین صاحب
۸۷۴۴	محمد صدیق احمد صاحب

نمبر خریداری	نام
۸۷۴۵	ظفرالحق صاحب
۸۷۴۸	امیر عالم کرم الدین صاحب
۸۷۵۸	سردار خان صاحب
۸۷۶۶	ایم اے غنی صاحب
۸۷۸۰	شیخ محمد بخش صاحب
۸۸۵۷	منشی محمد عالم صاحب
۸۸۹۱	ڈاکٹر بشیر احمد صاحب
۸۸۶۶	مستری غلام رسول صاحب
۸۸۷۷	سردار دوست محمد خانصاحب
۸۸۸۳	غلام رسول صاحب
۸۸۹۷	عبدالصمد صاحب
۹۰۳۵	ای عبدالرحمن صاحب
۹۰۴۰	خواجہ محمد خلیل صاحب
۹۰۴۱	حکیم غلام رسول صاحب
۹۰۴۶	سردار خان صاحب
۹۰۴۹	سید احمد صاحب
۹۰۵۰	جی اے Tehatti
۹۰۵۳	غلام رسول صاحب
۹۰۵۸	ماسٹر لال الدین صاحب
۹۰۶۰	ماسٹر خیرالدین احمد صاحب
۹۰۶۲	سردار امیر محمد خانصاحب
۹۰۶۶	بابو بشیر محمد خانصاحب
۹۰۶۹	محمد صادق صاحب
۹۰۷۰	بابو عبدالکریم صاحب
۹۰۷۴	راجہ یار محمد خانصاحب
۹۰۷۷	سید حسام الدین صاحب
۹۰۷۸	میاں محمد بخش صاحب
۹۰۷۹	ناظر حسین صاحب
۹۱۲۶	جناب محمد شجاعت علی صاحب
۹۱۲۹	جناب اے حمید صاحب
۹۱۵۶	جناب شریف احمد صاحب
۹۱۵۸	سیٹھ خیرالدین صاحب
۹۱۶۱	حسین بخش صاحب
۹۱۶۹	مستری فتح الدین صاحب
۹۱۷۰	جناب خادم علی صاحب
۹۱۷۳	محمد رفیق صاحب
۹۱۷۶	میاں محمد صدیق صاحب
۹۱۷۹	میاں غلام محمد صاحب
۹۱۸۵	میاں امام الدین صاحب

نمبر خریداری	نام
	کرم الٰہی صاحب
۹۱۸۶	میاں محمد حنیف صاحب
۹۱۸۷	جناب عبدالعزیز صاحب
۹۱۸۹	خواجہ غنی جو صاحب
۹۱۹۵	شیخ مشتاق رسول صاحب
۹۲۴۹	مستری نور محمد صاحب
۹۲۶۳	سید عبدالرشید صاحب
۹۲۶۴	امت الرحمن صاحبہ
۹۲۷۱	میاں جان محمد صاحب

خریداران الفضل سے گذارش

جن اصحاب کے نام اوپر درج کئے گئے ہیں۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ نہ صرف خود وی پی وصول کرکے شکریہ کا موقعہ دیں۔ بلکہ دیگر اصحاب کو اخبار کے خریدار بنائیں۔ ہر ماہ قیمت کی وصولی کے لئے جو وی پی کئے جاتے ہیں ان میں سے کئی ایک واپس آجاتے ہیں۔ جس سے اخبار کی مالی حالت پر سخت ناگوار اثر پڑتا ہے اور احباب بھی سلسلہ کے متعلق اہم خبروں۔ علمی مضامین۔ اور سیاسی حالات سے واقفیت حاصل کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ پس وی پی وصول کرنا اور مزید خریدار بنانا اپنا فرض سمجھنا چاہیئے۔

رہنمائے تبلیغ مبلغین کے لئے عید کا چاند

(۱) قریشی محمد حنیف صاحب قمر آنریری مبلغ صوبہ اڑیسہ اپنے ۵ کے مکتوب میں لکھتے ہیں۔ "اخبار الفضل ۲۲ ۴۴ کی اشاعت میں کتاب "رہنمائے تبلیغ" کے چھپ جانے کا حال معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی میں اس سے ایک ہی دن قبل یہاں کے احمدی احباب سے ذکر کر رہا تھا کہ ایسی کتاب چھپنے والی ہے چنانچہ دوسرے ہی دن آپ کا اعلان سامنے آگیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک آپ مہربانی فرما کر چار جلد کتب "رہنمائے تبلیغ" میرے پتہ پر وی پی کردیں۔ اگر کچھ رعایت کی گنجائش ہو تو کریں کیونکہ ان کتب سے خالص تبلیغی کام ہی لیا جائیگا کوئی تجارت کی غرض نہیں۔ آپ جیسے خادم دین کی خدمت میں زیادہ کچھ لکھنا بے ادبی ہے خدا تعالیٰ آپ کی کتاب کی قبولیت زیادہ کرے اور مخلوق کی ہدایت کا باعث ہو اور آپ کو اجر عظیم بخشے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ یہاں پر مجھے زندگی اور تبلیغ کے ضروری سامان عطا فرماوے میرے یہ الفاظ اگر آپ مناسب سمجھیں تو الفضل میں شائع کرا دیں تاکہ صوبہ اڑیسہ کے احمدی جلد تر رہنمائے تبلیغ کو خرید سکیں۔ کتاب "رہنمائے تبلیغ" کا کچھ حصہ میں نے بھی جناب سید طفیل محمد شاہ صاحب سے سنا تھا جبکہ میں (تبلیغی دورہ کرتا ہوا) ۹/۱۲ کو ان کے پاس سالار والہ میں گیا۔ اس کتاب کا طرز تحریر اور دلائل نہایت آسان اور مستند ہونے کے علاوہ دلچسپ بھی ہیں مجھے اس وقت یہ کتاب سن کر جبکہ اس کی کتابت ہو چکی تھی بہت خوشی ہوئی تھی اور میں برابر انتظار میں تھا کہ کب یہ کتاب شائع ہو کر ہمارے ہاتھوں میں آئیگی سو الحمد للہ کہ عید کا چاند نکل آیا جس کے طلوع ہو کر نمایاں ہونے سے، پڑھنے اور پڑھانے سے انشاء اللہ بہت سے دور افتادہ بھائی بہار خوشی میں آجائیں گے اور احمدی احباب کے ہاتھ میں بہت سے دلائل کا ایک گلدستہ آجائے گا پھر جیسا بیمار دیکھو شکوک و شبہات کا مریض) اسی مرض کا نسخہ اس کتاب سے دیکھ کر استعمال میں لاؤ پھر بفضل خدا شفا ہی شفا ہے یہ چند الفاظ میں اپنی خوشی سے لکھ کر جناب سید صاحب کو محض اس لئے بھیج رہا ہوں کہ تاکہ وہ اخبار میں شائع کرا دیں اور جو دوست مجھ سے تعارف رکھتے ہیں خصوصاً احمدی احباب اڑیسہ وہ جلد سے جلد اس کتاب کو خرید کر خود بھی مستفید ہوں اور مبلغ بنیں اور میدان پاش ہو کر دوسروں کو بھی منور کریں۔ کتاب کی عبارت نہایت عام فہم ہے"

(۲) دار الامان قادیان سے مولوی محمد ایوب صاحب سماٹری اپنے ۱/۲۲ کے مکتوب میں لکھتے ہیں "آپ کی کتاب موسومہ بہ رہنمائے تبلیغ کا خاکسار نے مطالعہ کیا جو نہایت خوش اسلوبی سے لکھی گئی ہے اور مبلغین کے لئے بہت مفید ہے۔ اور اس کا ہر مبلغ کے پاس رہنا لازمی امر ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ سماٹرا میں بھی ابھی چند سالوں سے جماعت احمدیہ قائم ہو چکی ہے اور وہاں مولوی محمد صادق صاحب اور اخی المکرم مولوی ابو بکر صاحب سماٹری کام کر رہے ہیں اس لئے مجھے ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ ان کے پاس بھی ایک ایک نسخہ کتاب ہذا کا بھیجدیا جائے تو نہایت مفید ثابت ہوگا اس لئے ملتمس ہوں کہ اگر آپ گوارا فرمائیں تو کتاب ہذا دو نسخے ہدیۃً برائے ثواب تعاون تبلیغ ارسال فرماویں تا میں سماٹرا روانہ کر دوں آپ کو اس کا اجر اللہ تبارک و تعالیٰ عنایت فرمائیگا۔ والسلام" (۳) میں نے اپنے پہلے اشتہارات میں بھی اس کتاب کے متعلق پبلک کی رائے عامہ ہی کو پیش کیا تھا اور اشتہار مندرجہ عنوان میں بھی مبلغین سلسلہ کی رائے کو پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں جنہوں نے نہایت وضاحت کے ساتھ ایسے دور دراز علاقوں میں جہاں اردو زبان بہت کم بولی اور سمجھی جاتی ہے اسکی آسان اور سریع الفہم عبارات اور جامع جمیع مسائل و دلائل کی وجہ سے اس کی بکثرت نشر و اشاعت و ضرورت کو زوردار الفاظ میں پیش کر دیا ہے اور وہ نہایت تہ دل سے متمنی نظر آتے ہیں کہ یہ کتاب جلد ان کے علاقہ میں پہنچ جائے اور ان کے معمولی اردو دان بھی اسے پڑھ کر اچھے خاصے مبلغ بن سکیں مبلغین اور دیگر احباب کے خطوط سے جہاں اس کتاب کا ہر مبلغ اور ہر ایک تبلیغ کرنے والے احمدی کے ہاتھ میں موجود ہونا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے وہاں میرے سابقہ اعلان کے ماتحت اسکی سنت اور رعایتی مانگ بھی روزانہ بڑھ رہی ہے پہلے اسکی اصل قیمت ۱۲ کی بجائے ۱۰ رکھی گئی اب اور بھی گھٹا کر ۸ کر دی جاتی ہے مزید براں جو دوست ۸ فی کتاب کے حساب سے جس قدر رقم بذریعہ منی آرڈر روانہ کرینگے ان کو اپنی گرہ سے محصولڈاک خرچ کرکے کتابیں بھیجدی جائینگی اور جو دوست بذریعہ وی پی منگوائینگے ان کو ۸ اصل قیمت اور کم از کم محصولڈاک کل ۱۲ فی کتاب خرچ کرنا ہوگا اور جو احباب دس سے زائد تعداد میں منگوائینگے اور رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجیں گے ان سے صرف ۸ فی کتاب کے حساب سے رقم لی جائیگی مگر محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا اور یہ محصول فی کتاب صرف چند پیسے ہوگا کیونکہ جن مقامات میں ریلوے سٹیشن ہوں یا قریب ہوں وہ اپنے سٹیشن کا نام لکھیں ان کو پارسل بذریعہ ریلوے ارسال ہوگا اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ کتابیں بذریعہ وی پی ارسال نہیں ہونگی جو احباب بذریعہ وی پی طلب فرمائینگے ان کو کتابیں وی پی کر دیجائینگی ہاں وہ محصولڈاک کی رعایت سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے جہاں بڑی بڑی انجمنیں ہیں وہاں کے کسی احمدی دوست کی خواہش اور فرمائش پر اس کے پاس کافی تعداد میں کتابیں رکھدی جائینگی آپ کو ان سے ۸ فی کتاب کے حساب سے ملیگی اور رہنمائی کتاب اس دوست کو کمیشن دیا جائیگا۔ جن احباب کے پاس اخبار جاتی ہے ان کا اخلاقی اور تبلیغی فرض ہوگا کہ وہ اس اشتہار سے تمام احمدی احباب کو اطلاع کر دیں تاکہ وہ ان فوائد اور رعایت سے مستفید ہو کر کتابیں منگوا سکیں۔

خاکسار سید طفیل محمد شاہ پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ سالار والہ کھیوہ ڈاکخانہ چک ۱۲۴ بیار ننگل ضلع لائلپور

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

مرکزی سکھ لیگ کی مجلس عاملہ کا ایک خاص اجلاس ۱۷ اپریل کو امرتسر میں ہوا ۔ جس میں قرار پایا ۔ کہ چونکہ موجودہ سیاسی تشدد جو حکومت آرڈی ننسوں کی صورت میں کر رہی ہے اصول شہریت کے منافی ہے اس لئے سکھ کانگرس کی موجودہ جدوجہد میں تہ دل سے شریک ہو جائیں

۱۶ اپریل کو وائسرائے ہند معہ لیڈی ولنگڈن صبح چھ بجے دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوئے اور ساڑھے آٹھ بجے لاہور پہونچ گئے ۔ وہاں سے سوا گیارہ بجے چل کر دو بجے پشاور پہنچے ۔

۱۸ اپریل کو اصلاحات کی رسم افتتاح کے سلسلہ میں پہلا اجلاس پشاور میں منعقد ہوا ۔ وائسرائے ۳۱ توپوں کی سلامی کے بعد ہال میں داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ سے سرگریفتھ چیف کمشنر کو گورنر کے اختیارات عطا کئے ۔ اس رسم کے بعد سر موصوف معہ لیڈی گریفتھ سنہری تخت پر وائسرائے کے ہمراہ بیٹھے ۔

مسلم لیڈران نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں پنجاب و بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کے خلاف جو لغو شور بپا ہے اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے مسلمانوں کو صبر و استقلال کے ساتھ اپنے حقوق کے حصول کی جدوجہد کی تلقین کی ہے اور آل انڈیا مسلم کانفرنس کے مجوزہ پروگرام پر عمل پیرا ہونے کا مشورہ دینے کے بعد حکومت کو متنبہ کیا ہے کہ مسلمانوں کے سراسر جائز مطالبات سے تغافل مشکلات کا موجب ہوگا ۔

سیالکوٹ سے ۱۷ اپریل کی اطلاع ہے کہ احراریوں کا ایک جتھا نماز عید کے بعد بغرض جموں سٹیشن پر پہنچا ۔ لیکن فی الفور گرفتار کر لیا گیا ۔

۱۶ اپریل کو لاہور پولیس نے احراریوں کے مرکزی اور بعض ماتحت دفاتر کی تلاشی لی ۔ اور بعض کاغذات اپنے قبضہ میں کر لئے ۔

۱۸ اپریل کو سات نوے اکالی دہلی میں گرفتار کر لئے گئے ۔ جنہیں سٹیشن پر حکم دیا گیا تھا ۔ کہ بصورت جلوس شہر میں داخل نہ ہوں ۔ لیکن وہ باز نہ آئے ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کانگرس کے اجلاس میں شرکت کے لئے وہاں گئے تھے

کلکتہ سے ۲۸ میل کے فاصلہ پر ایک مقام سے عید کے موقعہ پر شدید فرقہ وار فساد کی اطلاع آئی ہے کہا جاتا ہے کہ ہندو زمینداروں نے اپنے مسلم مزارعین کو جبراً گائے کی قربانی کرنے سے روک دیا تھا لیکن مسلمان جب عید کی نماز کے لئے گئے ۔ تو وہ عیدگاہ کے قریب مردہ سؤر کو دیکھ کر سخت برہم ہوئے ۔ جس کا نتیجہ فرقہ وار فساد کی صورت میں ظاہر ہوا ۔ جس میں ایک شخص ہلاک ہو گیا ۔ بیس سخت مجروح ہوئے جن میں سے دو کی حالت سخت نازک ہے ۔

کرنال اور پانی پت میں ڈپٹی کمشنر نے عید کے موقعہ پر گائے کی قربانی کو ممنوع قرار دیدیا ۔ اور پیش بندی کے طور پر سولہ مسلمانوں کو گرفتار بھی کر لیا گیا ۔

چٹاگانگ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ بندوقوں اور تلواروں وغیرہ سے مسلح ستر کے قریب ڈاکوؤں نے ایک جوہری کے مکان پر حملہ کیا ۔ اور قریباً تیس ہزار روپیہ کا مال لوٹ کر لے گئے ۔

پٹنہ سے ۱۷ اپریل کی خبر ہے ۔ کہ ضلع ہزاری باغ میں ابرک کی ایک کان میں آگ لگ گئی ۔ جس کا دھواں گیس میں مل گیا ۔ مزدور باہر کی طرف بھاگ پڑے ۔ لیکن ان کے نکلتے نکلتے ہی ان میں سترہ دم گھٹنے کی وجہ سے مر گئے

ناظرین کو یاد ہوگا ۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں ننکانہ صاحب کے مہنت نرائن داس کو دو سو کے قریب سکھوں کو مروا دینے کے الزام میں سزائے موت دی گئی تھی ۔ جو بعد میں بارہ سال قید میں تبدیل کر دی گئی ۔ یہ میعاد پوری کر کے مہنت صاحب مذکور ۱۷ اپریل کو رہا ہو گئے ہیں ۔

ہانگ کانگ سے ۱۶ اپریل کی ایک خبر مظہر ہے کہ بالشویکوں کی ایک بڑی بھاری فوج نے ہانچو پر چڑھائی کر دی ہے ۔ وہاں کی غیر ملکی آبادی نے حفاظت کے لئے ایک اپیل کی ہے ۔ جس کے جواب میں برطانیہ نے اپنے جنگی جہاز فوراً روانہ کر دئے ہیں ۔

سر سٹینلے جیکسن نے جو حال ہی میں گورنر بنگال کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے ہیں لنڈن میں رائٹر کے نمایندہ سے بیان کیا ۔ کہ ہندوستان میں دہشت انگیزی کی ایک وجہ اقتصادی کساد بازاری بھی ہے ۔

پٹنہ سے ۱۸ اپریل کی اطلاع ہے کہ مقدمہ سازش پٹنہ کا فیصلہ سنا دیا گیا ۔ ۹ ہندو ملزم قانون مادہ آتشگیر کی خلاف ورزی میں ماخوذ تھے ۔ جن میں سے ایک کو پھانسی ۔ تین کو عمر قید اور ایک کو سات سال قید کی سزا دی گئی ۔ دو بری کر دئے گئے ۔

حکومت چین نے ایک جرمن جرنیل کو جو ایام جنگ میں جرمنی افواج کا کمانڈر تھا ۔ اپنی قومی تنظیم کے لئے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہے ۔

پشاور سے ۱۹ اپریل کی خبر ہے کہ کل فرنٹیئر میل جب شہر اور چھاؤنی کے درمیان جا رہی تھی ۔ تو اس کے پیچھے دیسی ساخت کے بم پھٹے ۔ لیکن کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا ۔ اس سلسلہ میں تین ہندو نوجوان گرفتار کئے گئے ہیں ۔

کانگریسیوں نے لیٹر بکسوں کے خطوط تلف کرنے کی جو شرارت شروع کر رکھی ہے ۔ اس کے سلسلہ میں تازہ خبر یہ ہے کہ ۱۸ اپریل بنارس شہر کا ہیڈ پوسٹ آفس جب کھولا گیا ۔ تو تمام خطوط جل چکے تھے ۔ بھلا اس شرارت سے سوائے ہم وطنوں کو نقصان کے ملک کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے ۔

شاہ حبش نے انسداد غلامی کی ایک انجمن کو ایک مکتوب کے ذریعہ اطلاع دی ہے ۔ کہ اس کے ملک میں غلاموں کو آزاد کر دیا جائیگا ۔ اور ۱۵ ۔ ۲۰ سال کے عرصہ میں ہی یہ لعنت وہاں سے دور ہو جائے گی ۔

کانگرس کی مجلس استقبالیہ کو ایک غیر معمولی گزٹ کے ذریعہ چیف کمشنر دہلی نے خلاف قانون قرار دیا ہے ۔ پولیس نے مجلس مذکور کے دفتر نیز بارہ ارکان کے مکانات کی تلاشیاں لیں ۔

۲۰ اپریل کو بمبئی میں ہندوؤں نے ایک جلوس نکالا ۔ ایک مسجد کے سامنے باجہ بجانے پر مسلمانوں نے اعتراض کیا تو ایک ثالثی بورڈ بنایا گیا ۔ جس نے مسلمانوں کے حق میں فیصلہ کیا ۔ مگر ہندو صبر بھی نہ کر سکے ۔ نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ فساد ہو گیا ۔ ایک دوسرے پر سنگ باری کی گئی ۔ جس سے پولیس افسر اور بارہ سپاہی زخمی ہو گئے ۔ آخر گولی چلائی گئی ۔ کل زخمیوں کی تعداد ۸۰ کے قریب ہے اور ایک مسلمان فوت ہو چکا ہے ۔

۲۰ اپریل کو پولیس کمشنر بمبئی نے مسز سروجنی نائیڈو کو نوٹس دیا ہے کہ وہ سول نافرمانی کی تحریک میں کوئی حصہ نہ لیں ۔ اور بغیر اجازت میونسپل حدود سے باہر نہ جائیں ۔

سرحدی کونسل کا ۱۹ اپریل کو پہلا اجلاس ہوا ۔ ارکان نے حلف وفاداری لیا ۔ گورنر کے حکم کے ماتحت خان بہادر عبدالغفور خان آف زیدہ کی صدارت کا اعلان کیا گیا ۔ نواب سر عبدالقیوم کے وزیر مقرر ہونے کا بھی سرکاری طور پر اعلان کر دیا گیا ہے

چوہدری افضل حق صاحب کو لاہور شہر سے نکل جانے کا جو حکم دیا گیا تھا ۔ چونکہ اس کی تعمیل نہیں کی گئی ۔ اس لئے ۲۰ اپریل کو انہیں گرفتار کر لیا گیا ۔

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا